اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 49

شمارہ نمبر 4-5

ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

جنوری، فروری ۲۰۱۴ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نوٹ: یہ شمارہ دو ماہ (جنوری، فروری ۲۰۱۴ء) پر مشتمل ہے (ادارہ)

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔

فون نمبر: +92 923 -630435

فیکس نمبر: +92 923 -630922

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak

ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز   بسم اللہ الرحمن الرحیم   راشد الحق سمیع حقانی

امید و یاس اور سازشوں کے سائے میں

حکومت اور طالبان مذاکرات

حکومت اور تحریک طالبان کے درمیان جاری امن وامان قائم رکھنے کیلئے مذاکرات نے حساس نوعیت کی شکل اختیار کرلی ہے۔ خصوصاً حکومتی نقطہ نظر میں کئی بار مسلسل تبدیلیوں اور پیچیدگیوں کی وجہ سے مذاکرات کا سلسلہ کمزور ہوتا گیا۔ وزیراعظم کی مولانا سمیع الحق صاحب کو مذاکراتی عمل میں پیش رفت کی دعوت اور پھر یوٹرن لے کر سرد مہری سمیت مولانا مدظلہ کے مذاکرات سے علیحدگی وہ سارے عوامل تھے جس نے مذاکراتی عمل کو مزید پیچھے دھکیل دیا تھا مگر پاکستانی عوام کی پرزور مطالبے پر ایک بار پھر وزیراعظم نے مجبور ہوکر اسمبلی کے فلور پر مذاکراتی عمل کے باقاعدہ آغاز کیا اور جناب عرفان صدیقی، جناب رحیم اللہ یوسفزئی، میجر عامر اور رستم شاہ مہمند پر مشتمل کمیٹی کو مذاکرات کا اختیار دیا گیا۔ جبکہ دوسری طرف طالبان نے مذاکرات کا خیرمقدم کرتے ہوئے ایک سیاسی کمیٹی تشکیل دی جس کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ قرار دیئے گئے، دیگر ارکان میں جماعت اسلامی کے جناب پروفیسر ابراہیم، تحریک انصاف پاکستان کے جناب عمران خان، لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز صاحب اور جمعیۃ علماء اسلام کے مفتی کفایت اللہ شامل تھے لیکن عمران خان اور مفتی کفایت اللہ نے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اس نازک موڑ پر سب کو تنہا چھوڑ دیا حالانکہ یہ جماعتیں کل تک مذاکرات کا راگ آلاپ رہی تھیں لیکن حکومت اور تحریک طالبان کی طرف سے مرکزی کردار مولانا سمیع الحق کو حوالہ کردینے کی بناء پر انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور مذاکرات کی بساط لپیٹنے کی کوشش کیں لیکن طالبان نے سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور پروفیسر ابراہیم صاحب وغیرہ کی کمیٹی کو حتمی قرار دیتے ہوئے حکومت کو ان سے مذاکرات کرنے کا کہا۔ حکومتی اور رابطہ کار (طالبان کمیٹی) کے درمیان پہلے رسمی اجلاس کے بعد طالبان کمیٹی کے اہم ارکان پروفیسر ابراہیم اور مولانا یوسف شاہ میرانشاہ تشریف لے گئے، جہاں انہوں نے امریکی ڈرون حملوں سے بچنے کے لئے خفیہ مقام پر طالبان کی سیاسی کمیٹی سے ملاقات کی اور طالبان سے ان کا نقطہ نظر معلوم کرنے اور ان کے مطالبات سے آگاہی حاصل کی لیکن امریکہ اس سارے عمل کی کامیابی کو دیکھ کر بوکھلا گیا اور حسب سابق ڈرون حملے کرنے کی کوشش کی لیکن کمیٹی کے ارکان نے بار بار جگہ بدلنے اور رازداری

سے کام کرنے سے امریکی عزائم کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ مذاکراتی عمل کو سبوتاژ کرنے کیلئے سازشوں کا ایک نہ ختم ہونے والا طوفان شروع ہوگیا ہے لیکن حیف صد حیف کہ اس سازشوں میں امریکہ اور اس کے حواریوں کے ساتھ ساتھ ہمارے کچھ اپنے نام نہاد دانشور صحافی اور اینکر پرسن و سیاسی زعماء بھی ایک دوسرے سے بازی لے گئے۔ کسی نے مذاکرات کو حکومت کی ناکامی اور طالبان کی فتح کا ڈھونگ رچایا تو کسی نے شریعت کی غیر سنجیدہ تشریح کرکے غلط رُخ پیش کیا لیکن ان سب سازشوں‘ مشکلوں اور فتنوں کے باوجود مذاکرات کا یہ کارواں چلتا رہا‘ دونوں طرف سے بات چیت جاری رہنے پر اتفاق ہوا‘ گو کہ درمیان میں طالبان کی جانب سے بم دھماکوں اور حکومت وفوج کی جانب سے فوجی کاروائیوں اور فضائی حملوں سے معاملات الجھنے کے خطرات پیدا ہوئے مگر امن جیسی عظیم نعمت کو حاصل کرنے کیلئے دونوں فریقوں کو صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے جب نام نہاد دانشوروں اور دیگر منفی کاروائیوں‘ اور حاسدین کے پروپیگنڈوں سے مذاکرات کی فضا مکدر ہونے لگی تو حالات کا ادراک کرتے ہوئے مذاکراتی کمیٹی کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے فوراً چالیس مذہبی جماعتوں اور صحافیوں پر مشتمل ''علماء ومشائخ امن کانفرنس'' لاہور میں ۱۵ فروری کو بلائی‘ جس میں تمام قائدین نے مذاکراتی عمل کو سراہتے ہوئے‘ شانہ بشانہ کردار ادا کرنے کا عزم کیا اور فریقین سے سیز فائر بند کرنے کی اپیل کی۔ پاکستان کے تمام علماء ومشائخ نے مولانا سمیع الحق صاحب کو مشترکہ طور پر ''سفیر امن'' کا خطاب دیا۔ تمام قائدین کی موجودگی میں مولانا مدظلہ نے اپنے خطاب کے بعد مشترکہ اعلامیہ پیش کیا جس کی پوری قیادت نے تائید کی۔ اعلامیہ کا متن حسب ذیل ہے۔

علماء ومشائخ امن کانفرنس کا اعلامیہ لاہور

مورخہ 15 فروری 2014 زیر صدارت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ ہم ملک کو درپیش بحرانوں کا حل صرف اور صرف مذاکرات کو سمجھتے ہیں طاقت آزمائی اور فوجی آپریشن ملک میں نہ ختم ہونے والی خونریزی کا ذریعہ بنیں گے جس کے نتیجے میں ملک کی سلامتی اور استحکام کو شدید خطرات لاحق ہوسکتے ہیں علماء مشائخ کا یہ اجتماع طالبان اور حکومت دونوں سے اللہ کے واسطے فوری جنگ بندی کی اپیل کرتے ہیں فریقین مذاکراتی عمل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہونے دیں یہ مطالبہ ملک بھر سے تمام مکاتب فکر کے 200 سے زائد جید علماء کرام اور مشائخ عظام سے طالبان مذاکراتی عمل کمیٹی کے سربراہ سفیر امن وسلامتی مولانا سمیع الحق کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں کیا۔

اجلاس کے بعد جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیے میں کہا گیا کہ پچھلے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ

سے 15 سالوں سے پورا ملک آگ اور خون ریز جنگ میں مبتلا ہے پوری قوم اس آگ اور خون کے کھیل سے عاجز آچکی ہے لہذا جید علماء کرام اور مشائخ کا یہ اجلاس مولانا سمیع الحق اور طالبان کمیٹی اور حکومتی مذاکراتی کمیٹی کے فاضل ارکان کی مذاکراتی عمل کیلئے جدوجہد کی مکمل تائید وحمایت کا یقین دلاتے ہیں اور طالبان سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ آپ پاکستانی قوم کے فرزند ہیں پوری قوم آپ سے توقع رکھتی ہے آپ فوری طور پر ہمارے شانہ بشانہ امن وسلامتی، پوری انسانیت اور وطن کی خاطر ہمارے ساتھ چلیں اور ہتھیاروں کی بجائے امن کی زبان میں بات کریں تا کہ اسلامی، قومی، ملی مقاصد حاصل کرسکیں اور وہ قوتیں جو پاکستان میں امن وسکون نہیں ہونے دینا چاہتیں اور جن کی اسلام اور پاکستان دشمنی واضح ہے وہ ناکام ہوں اور پاکستان اپنی اصل منزل اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف پرامن طور پر گامزن ہوسکے' علماء کا یہ اجتماع ملک کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں سے بھی یہ امید رکھتا ہے کہ وہ اس معاملے میں حب الوطنی، یکجہتی اور قومی وحدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک میں فرقہ واریت، علاقائی ولسانی سازشوں سے ملک کو تباہ کرنے کی داخلی وخارجی منصوبوں کو ناکام بنادیں اور یک آواز ہوکر فریقین کو منافی امن سرگرمیوں سے احتراز کرنے پر مجبور کردیں۔

یہ اجتماع حکومت اور ملک کے تمام مقتدر اداروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک میں پیدا شدہ شورش کے اصل محرکات اور عوامل پر توجہ دے اور ملک کے مقتدر ادارہ پارلیمنٹ کی بار بار پاس کردہ متفقہ قراردادوں اور آل پارٹیز کانفرنس کی سفارشات کے مطابق خارجہ اور داخلہ پالیسیوں پر فوری طور پر نظر ثانی کریں اور از سر نو تشکیل کی طرف توجہ دیں اور ملک کو استعماری اسلام اور ملک دشمن قوتوں کی جنگ سے نکال دیں۔

یہ اجتماع ملک کے تمام مسلمانوں، علماء، مشائخ، دینی مدارس، مساجد اور خانقاہوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ملک میں قیام امن بقاء اور سلامتی کیلئے جاری کوششوں کی کامیابی کیلئے دعا کا سلسلہ جاری رکھیں بالخصوص آنے والے جمعۃ المبارک 21 فروری کو "یوم دعا" کے طور پر منائیں۔

یہ اجتماع ذرائع ابلاغ، پریس اور میڈیا سے وابستہ تمام ارباب علم ودانش، صحافی اور فاضل کالم نگاروں سے مخلصانہ اور دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ وہ ملک کی سلامتی اور شہریوں کے جان ومال کے تحفظ کی خاطر بھرپور اور موثر اور مثبت کردار ادا کریں اور اس ارشاد خداوندی کا مصداق بنیں کہ ومن احیا ھافکانما احی الناس جمیعا (جس نے ایک انسان کو بچایا اس نے پوری انسانیت کو بچایا)

آخر میں ہم یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ غیروں کی لگائی اس نارنمرود کو بجھانا پوری قوم کا مشترکہ فریضہ اور یہی سب سے بڑا جہاد ہے اور اس نارنمرود کو بھڑکانا وقت کا سب سے بڑا ظلم ہے جسکا بارگاہ ایزدی میں جواب دینا ہوگا۔

آہ! مفتی عثمان یار خان کی شہادت

اٹھے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر
گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کے بڑھانے والے

بد قسمت ملک اور خون آشام شہر کراچی عرصہ دراز سے عرصہ مقتل بنا ہوا ہے۔ اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے مل کر اہل وطن کو آگ و خون کے سمندر میں ڈبو دیا ہے۔ ہر جانب اور ہر سو قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے' گناہگار اور بے گناہ دونوں کو ایک ہی تیر سے مارا جارہا ہے' جہاں عوام الناس اور حکومت کی فورسز کو ایک دوسرے کے ہاتھوں مروایا جارہا ہے وہیں مسلم معاشرے کے پُرامن اور معزز طبقہ علماء کو بھی چُن چُن کر نشانہ بنایا جارہا ہے۔ خصوصاً کراچی میں اب تک درجنوں معتدل مزاج' امن و آشتی کے علمبردار علمائے کرام اور نامور' باصلاحیت' علم و تحقیق سے وابستہ شخصیات کو ناکردہ جرائم کی بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے۔ اسی سلسلے میں برادر مکرم مفتی عثمان یار خان کو بھی گزشتہ ماہ دو ساتھیوں کے ہمراہ انتہائی بیدردی کے ساتھ شہید کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دل و جان سے زیادہ عزیز محترم عثمان کو مرحوم کہنا اور ان کے بارے میں تعزیتی کلمات لکھنا اس کیلئے دماغ ابھی تک مائل نہیں ہورہا اور نہ ہی ہاتھ لکھنے پہ قادر ہورہے ہیں کہ کیسے زندہ و جاوید دوست اور سراپا زندگی کے استعارے کو بے رحم موت کے قافلے کا ہم سفر قرار دوں۔

مرا در دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگردم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

برادر اور دوست عثمان یار کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار اور متعدد صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ دینی علوم و فنون کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے بھی آراستہ تھے۔ آپ اپنے عظیم المرتبت اور نامور والد گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسفندیار خان صاحب مدظلہ کے بڑے صاحبزادے تھے اور جامعہ دارالخیر گلستان جوہر کے مدیر اور ماہنامہ ''ندائے الخیر'' کے مدیر اعلیٰ اور جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ آپ کی محبت و عقیدت اور جماعتی وابستگی مثالی تھی۔ عمر بھر ہر قسم کے بحرانوں میں جمعیت علماء اسلام کا ساتھ مرتے دم تک نبھاتے رہے۔ راقم اور برادرم مولانا حامد الحق کے ساتھ بھی حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر آپ نے زندگی بھر تعلق اور دوستی کو قائم رکھا۔ آپ درس و تدریس' سیاست اور صحافت اور اپنے عظیم علمی مرکز کی بھاری ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھا رہے تھے۔ آپ جدید دور کے تقاضوں سے خوب واقف تھے اِسی لئے جب پاکستان میں نجی ٹیلیویژن چینلز نے اپنے پروگراموں میں مذہبی پروگرام بھی شامل کئے تو دیگر تمام مسالک اور

فرقے اس میں پیش پیش رہے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے آپ نے بھی اپنی بھرپور علمی توانائیاں اس اہم ترین محاذ پر بروئے کار لائیں اور مسلک دیوبند اور خصوصاً دینی مدارس کی آپ نے سب سے زیادہ موثر نمائندگی کی اور فرق باطلہ کے منفی پروپیگنڈوں کا بھرپور تعاقب کیا۔ (گو کہ ذرائع ابلاغ اور وقت کا یہ اہم ترین شعبہ اب بھی علمائے دیوبند اور دینی مدارس کی بھرپور توجہ و نمائندگی کا منتظر ہے) آپ کو اللہ تعالیٰ نے تحریر و تقریر اور اعلیٰ اخلاق سے بھی نوازا تھا۔ نفاست' نظافت اور خوبصورتی کے عناصر سے آپ کی شخصیت مرقع تھی۔ اوپر سے ذہانت' حاضر جوابی اور نکتہ شناسی نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ مرنج مرنجاں طبیعت کے حامل تھے' جس مجلس اور محفل میں بھی جاتے تو شمع محفل بن کر چمکتے۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر اب انہیں ڈھونڈ چراغ زیبا لے کر

آپ کی ناگہانی شہادت کا سن کر راقم اور حضرت والد صاحب مدظلہ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ دوسرے دن علی الصبح مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کراچی تشریف لے گئے اور اِن کے عظیم المرتبت والد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسفندریار صاحب اور ان کے صاحبزادوں اور برادران کے ساتھ تعزیت کی۔ اور بعد میں اِن کے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جنازہ میں کراچی اور ملک بھر کے علماء' طلباء کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اس ظلم و بربریت پر وفاقی اور صوبائی حکومت پر بھرپور تنقید اور اپنے غم و غصے کا اظہار کیا کہ حکومتیں جان بوجھ کر علمائے حق کے قتل عام پر آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں اور عرصہ دراز سے کراچی کے تمام اہم مدارس کے سرکردہ علماء و مشائخ کو ایک بڑی منظم سازش کے ذریعے وقتاً فوقتاً شہید کیا جا رہا ہے اور اب تک کسی بھی بڑے عالم دین کے قاتل کو گرفتار نہیں کیا جا سکا ہے۔

مفتی عثمان یار خان شہید کے قتل کے بعد کراچی کے تمام علماء اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کا ایک نمائندہ اہم اجلاس منعقد ہوا اور اس میں اس سنگین واقعے کے خلاف بروز جمعہ ۲۴ جنوری کو کراچی میں پہیہ جام ہڑتال کا اعلان ہوا اور یہ ہڑتال کافی موثر ثابت ہوئی۔ اہل کراچی نے مولانا عثمان یار خان کی شہادت پر اپنی بھرپور صدائے احتجاج بلند کی۔ آخر میں اشکوں کے سیل رواں میں غرق راقم' جامعہ دارالعلوم حقانیہ' ادارہ الحق مرحوم و مغفور شہید عثمان یار خانؒ کے والدِ محترم' تمام پسماندگان' برادران اور ان کے خاندان کے تمام افراد کے ساتھ نہ صرف دلی تعزیت کرتا ہے بلکہ خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے اور قارئین الحق سے ان کے رفع درجات کیلئے دعاؤں کی خصوصی اپیل کرتا ہے۔

بناء کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

ماخوذ از خودنوشت ڈائری ۱۹۶۲ء

قسط (۲۷)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب' اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ اور تاریخی تجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیران ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

۱۹۶۲ء کی ڈائری سے سوانحی احوال

کوئلے کی انگھیٹی کی مضر گیس سے والد، والدہ اور ہمشیرہ کی حالت بگڑنا:

۱۲ جنوری ۶۲ء: ہفتہ کی رات کو حضرت والد صاحب' والدہ صاحب اور ہمشیرہ (زینب سلمھا) کو کمرے میں کوئلے کی انگھیٹی کی مضر گیس سے حالت بگڑ گئی' نیم بیہوشی کا اثر ہوا مگر بحمد اللہ جلد افاقہ ہوا۔

مردہ بچے کی پیدائش عقبیٰ کا ذخیرہ:

۱۳ رجنوری ۶۲ء: شعبان ۱۳۸۱ھ بروز ہفتہ بعد از شام گھر میں مردہ بچے کی ولادت ہوئی' بحمد للہ اہلیہ بچ گی اور بچہ ان شاءاللہ ذخیرہ عقبیٰ بنا۔ اللھم اجعلہ لنا اجراً و ذخراً و شافعاً ومشفعا مولانا شیر علی شاہ نے بوقت دفن کہا۔

؎ ابك علی ابن السمیع فانه قمر تلالأ ثم غاب سریعاً

---

* استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

دارالعلوم سوات کے امتحانات کیلئے جانا:

۱۸ جنوری ۶۲ء: بروز جمعرات دارالعلوم حقانیہ سیدو شریف سوات کے امتحانات کے سلسلہ میں جانا ہوا۔ پیر کے دن تک امتحانات جاری رہے 22 جنوری کو بروز پیر صبح والی سوات سے ملاقات ہوئی اور دوپہر کا کھانا بادشاہ صاحب میاں عبدالودود کیساتھ اس کے مریائی محل مرغزار میں کھایا تقریباً ایک گھنٹہ تک گفت وشنید کا سلسلہ رہا رات سوات کے قاضی القضاۃ قاضی عزیز الرحمٰن فاضل دیوبند کے ہاں ٹھہرے 23 جنوری کو ڈائریکٹر کے وساطت سے دورہ حدیث کے نتائج پیش کیے اور پھر واپسی کی' ۸ بجے رات گھر پہنچے۔

حضرت لاہوریؒ کی وفات پر لاہور کا سفر اور تعزیتی جلسہ میں شیخ الحدیث کے تعزیتی کلمات:

۹/ مارچ ۱۹۶۲ء: شوال المکرم ۱۳۸۱: بروز جمعۃ المبارک خیبر میل سے حضرت الاستاد الاقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز کے فاتحہ وتعزیت کیلئے لاہور گیا' میرے ساتھ مولوی شیر علی شاہ صاحب بھی تھے' بروز ہفتہ صبح حضرت کے مکان پر حاضری دی اور دوپہر کے بعد حضرت اقدس کے تربت مبارک پر فاتحہ پڑھی۔ بروز اتوار ۴ شوال موچی دروازہ میں حضرت اقدس کے بارے میں تعزیتی اجلاس میں شرکت کی جس میں اکثر علماء مشائخ اور سیاسی لیڈروں نے تعزیتی تقریریں کیں۔ رات کو تیسری نشست میں احقر نے بھی حضرت کی وفات پر والد ماجد (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق) کا تعزیتی پیغام پڑھ کر سنایا' پیر کو دوبارہ حضرت والا کے تربت پر حاضری دی۔ فاتحہ پڑھی' عجیب انوار وبرکات کا سماں تھا۔ شیخ الحدیث مولانا ادریس صاحب کاندھلوی سے جامعہ اشرفیہ (واقع فیروز پور روڈ) میں ملاقات ہوئی اس موقع پر انہوں نے نصیحتیں فرمائیں۔

حضرت لاہوریؒ کے آرام خانہ میں ان کی بستر پر شب گزارنے کی سعادت:

۱۴/ مارچ، ۷/ شوال ۱۹۶۲ء بروز بدھ:

مولانا شمس الحق افغانی نے حضرت کی مسجد میں درس قرآن دیا۔ اور پھر مولانا حمید اللہ (حضرتؒ کے فرزند) کی معیت میں بندہ مولانا مرحوم کے مزار پر الوداعی زیارت کرنے حاضر ہوا۔ دوپہر کو تیز گام سے راولپنڈی آنا ہوا' گزشتہ آخری رات (لاہور میں) حضرت اقدس کے بستر اور کمرہ میں قیام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی' جمعرات کی رات مولانا سعید الرحمٰن کے ساتھ پنڈی میں رہا اور جمعرات کے روز ۸ شوال کو اکوڑہ واپس ہوئے۔

قاری طیب صاحب کی حقانیہ میں معجزات انبیاءؑ پر خطاب اور احاطہ مدنیہ کا سنگ بنیاد:

۲۲۔۲۳ جون ۶۲ء: دارالعلوم کا عظیم سالانہ جلسہ دستار بندی منعقد ہوا۔ اس میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی۔ موصوف بروز ہفتہ ۹ بجے بذریعہ کار اکوڑہ پہونچے' ہزاروں علماء اور عوام نے ان کا استقبال کیا۔ اس سے قبل میں انہیں لینے پنڈی گیا تھا۔ رات پنڈی میں ٹھہرا۔ حضرت قاری

صاحب مدظلہ نے بروز ہفتہ بعد از عصر دارالاقامۃ احاطہ مدینہ کا سنگ بنیاد بھی رکھا اور اس سے پہلے اپنے دست مبارک سے فضلاء کی دستار بندی فرمائی۔ رات کو 11 بجے سے لیکر 2 بجے تک معجزات انبیاءؑ پر فلسفیانہ' عالمانہ تقریر فرمائی ان کے بعد مولانا عبداللہ درخواستی نے تقریر کی۔

حضرت قاری صاحب اتوار کے روز ۱۲ بجے پشاور تشریف لے گئے' جہاں عشاء کو چوک یادگار میں تقریر فرمائی' بعد ازاں رات کا قیام وہیں رہا۔ ۲۴ جون کو راولپنڈی واپسی کرتے وقت دوبارہ دو ڈھائی گھنٹے کے لئے حقانیہ کو قدوم میمنت سے نوازا۔

جلسہ حقانیہ میں شریک ہونے والے بعض اکابر علماء ومشائخ کا تذکرہ:

اجتماع میں کثیر تعداد میں عوام الناس اور سینکڑوں علماء ومشائخ نے شرکت کیں' جن میں بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مولانا خیر محمد جالندھری' مولانا عزیر گل اسیر مالٹا' مولانا (عبدالحق) نافع گل' مولانا محمد علی جالندھری' مولانا مفتی محمود' مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا عبدالحنان ہزاروی' مولانا نصیر الدین غورغشتوی' خلیفہ حضرت تھانویؒ مولانا عبدالرحمٰن بہودی' مولانا عبیداللہ انور' حضرت مفتی محمد حسن لاہوری کے صاحبزادگان' مولانا عبیداللہ اشرفی' مولانا عبدالرحمٰن اشرفی' مولانا قاری سراج احمد لاہوری' مولانا عبداللہ درخواستی' معروف شاعر امین گیلانی' مولانا عبدالستار پنڈی' مولانا عبدالباری' مولانا قاری محمد امین پنڈی' مولانا محمد رمضان' مولانا سعید الرحمٰن راولپنڈی اور ان کے علاوہ صوبہ سرحد کے معروف علماء کرام وغیرہم۔ اس جلسے میں اندازاً پچاس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔

پرویزیت عیسائیت اور عائلی کمیشن سے متعلق مذمتی قرار دادیں:

اتوار کے دن اجتماع سے مولانا محمد علی جالندھری' مولانا مفتی محمود صاحب' مولانا غلام غوث ہزاروی' مولانا گل بادشاہ صاحب آف طورو وغیرہ نے خطابات فرمائے' اس نشست میں' عیسائیت عائلی کمیشن وغیرہ کے بارے میں مذمتی قرار دادیں بھی منظور ہوئیں۔

خدام الدین میں احقر کا سپاسنامہ اور قاری طیب کا مضمون طبع ہونا:

۵ رجولائی ۱۹۶۲ء: خدام الدین میں بندہ کا سپاسنامہ طبع ہوا ہے جو میں نے جلسہ کے موقع پر قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

۱۱ رجولائی ۱۹۶۲ء: خدام الدین میں قاری محمد طیب صاحب کا مضمون طبع ہوا ہے' جو آپ نے "حیات النبیؐ" کے موضوع پر دوران قیام دارالعلوم حقانیہ تحریر فرمایا تھا۔

قاری طیب کے دو خطبات کا شائع کرنا:

۷ ستمبر ۶۲ء: حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیو بند کے دو خطبات کا مجموعہ "ارشادات حکیم

الاسلام" کے نام سے طبع ہوگیا ہے جس میں پہلا خطاب معجزات انبیاء کے نام سے انہوں دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ دستار بندی کے جلسہ میں کیا تھا اور دوسرا خطاب "دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام" کے موضوع پر ہے جو کہ انہوں نے ابناء وفضلاء قدیم دیوبند کے تقریب سے خطاب کے دوران کیا تھا۔

تعویذ شفاء جس کی اجازت حضرت درخواستی نے دی:

ستمبر ۶۲ء جمادی الاول ۱۳۸۲ھ: حسن ابدال کے ریلوے سٹیشن پر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی نے احقر کو تعویذ شفاء کی اجازت مرحمت فرمائی جس میں شفاء سے متعلقہ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات تحریر کی جاتی ہیں۔

☆ ویشف صدور قوم مومنین ☆ واذا مرضت فهو یشفین ☆ قل هو للذین امنو اهدی و شفاء ورحمة للمومنین ☆ وشفاء لما فی الصدور ☆ یخرج من بطو نها شراب مختلف الوانه فیه شفاء لِلنّاس

یاداشت جس میں مختلف علمی وانتظامی کاموں کے نمٹانے کا عزم:

۲۱/ اکتوبر ۶۲ء: اپنے کمرے میں موجود کتابوں کی ترتیب ٹھیک کرنی ہے والد صاحب کے کتابوں کو مرتب کرنا ہے، شہری مجلّوں کے فائل مرتب ومجلد کرنے ہیں، پھٹے بوسیدہ اور بے جلد کتابوں کی تجلید، چٹوں پر نام لکھکر چسپاں کرنا والد صاحب کے املائی تقاریر بخاری شریف وترمذی جو احقر نے لکھی ہیں اسکی تبییض وتسوید (صفائی کرنا)، حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے تفسیری افادات جو احقر نے قلمبند کیے ہیں اسکا مرتب اور صاف کرنا، اکابرین، اساتذہ اور معاصرین والد صاحب کے خطوط نقل اور مرتب کرنا، والد صاحب کے ذاتی اور خاندانی حالات مرتب کرنے ہیں، تقریر رسالپور (جو حضرت شیخ الحدیث نے فرمائی) کی۔ پھر کتابت کیلئے دینا اور طباعت (پریس) کرنا ان شاء اللہ

۲ نومبر ۶۲ء: محرم الحرام کے آخری ہفتے میں برادرم سید عبداللہ کاکاخیل (ابن) مولانا نافع گل صاحب آف زیارت کاکا صاحب بارادہ سفر (تعلیم وقیام) مدینہ یونیورسٹی حجاز روانہ ہوئے۔ بندہ الوداع کیلئے اس کے ہمراہ پنڈی تک گیا۔

دختر نیک اختر (زوجہ شفیق الدین فاروقی) کی پیدائش:

۲۶۔۲۷ دسمبر ۶۲ء: بدھ اور جمعرات کے درمیانی رات بوقت گیارہ بجے موافق شعبان ۱۳۸۲ھ کو تولد عزیزہ نور چشمہ نفیسہ بنت سمیع الحق بن مولانا عبدالحق بن الحاج مولانا معروف گل بن الحاج میر آفتاب بن مولانا عبدالحمید نور اللہ مرقدھم ہوا۔ عصمها الله وعافاها۔ والحمد لله علی ذلك ولیس الذکر کالانثی اللهم اجعلها عفیفةً واحفظها عن شرور الدهر والزمن حضرت والد ماجد نے رسم اذان ادا کیا۔

القصة فی القرآن (اغراض القصة فی نظر الشیخ سید قطب الشہید):

سیقت القصة فی القرآن لتحقیق اغراض دینیة بحتة.......... وقد تناولت من ھذہ الاغراض عدداً وفیراً من الصعب استقصاء ہ ' لانه یکاد تیسرب الی جمیع الاغراض القرآنیة...... وانما نثبت اھم ھذہ الاغراض واوضحھا

۱: کان من اغراض القصة القرآنیة اثبات الوحی والرسالة محمد صلی اللہ علیه وسلم لم یکن کاتباً ولاقا رئا ولاعرف عنه انه یجلس الی احبار الیھود والنصاریٰ ثم جاء ت ھذہ القصص فی القرآن وبعضھا جاء فی دقة واسھاب

۲: بیان ان الدین کله من عنداللہ۔من عھد نوح الی محمدعلیھم الصلوٰۃ والتسلیمات

۳: بیان ان الدین کله مود الأساس۔

۴: بیان أن وسائل الانبیاء فی الدعوۃ موحدۃ وأن استقبال قومھم لھم متشابه۔ فضلاً علی أن الدین من عنداللہ واحد' وأنه قائم علی أساس واحد

۵: بیان ان اللہ ینصر انبیاء ہ فی النھایة ویھلك المکذبین وذلك تثبیتا لمحمدﷺ وتاثیراً فی نفوس من یدعوھم الی الایمان۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ وکلا نقص علیك من أنباء الرسل مانثبت به فؤادك وجاء ك فی ھذہ الحق وموعظة وذکریٰ للمومنین۔

۶: بیان أن الاصل المشترك بین دین محمدودین ابراھیم خاصة ثم أدیان بنی اسرائیل عامة۔ وا براز ھذا الاتصال اشد من الاتصال العام بین جمیع الادیان۔ فتکررت الاشارۃ الی ھذا فی قصص ابراھیم وموسیٰ قال تعالیٰ ان ھذا لفی الصحف الاولی الخ وقال ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ وابراھیم الخ وقال ان اولیٰ الناس بابراھیم الخ وقال ملة ابیکم ابراھیم الخ وقال تعالیٰ وقفینا علی آثارھم الخ الی ان یقول وانزلنا الیك الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیه الخ

۷: تصدیق التبشیروالتحذیروغرض نموذ ج واقع من ھذا القصص کالذی ......فی سورۃ الحجر نبئ عبادی انی الخ وقال ونبئھم عن ضیف ابراھیم الخ ثم قال فلما جاء آل لوط المرسلون الخ

۸۔۹: وکان من أغراض القصه تنبیه أبناء آدم الی غوایة الشیطان وابراز العداوۃ الخالدۃ بینه وبینھم منذ ابیھم آدم وابراز ھذہ العداوۃ عن طریق القصة

'اروع وأقویٰ' وادعی الی الحذرالشدید من کل حاجۃ فی النفس تدعوا الی الشر واسناد ھا إلی ھذا العدو الذی لایریدبا الناس خیراً ولما کان ھذا موضوعاً خالداً فقد تکررت قصه آدم فی مواضع شتی

۱۰: منها بیان قدرة الله علی الخوارق وبیان عاقبة الطیبة والصلاح وعاقبة الشر والافساد وبیان الفارق بین الحکمة الانسانیة القریبة العاجلة والحکمة الکونیة البعیدة الآجلة

(محرم الحرام ۱۳۷۹ھ جمعة ۲۴ جولائی ۱۹۵۹۔ المقتبس من کتاب الاستاد الشیخ سید قطب التصویر الفنی فی القرآن)

امام ابن تیمیہؒ، ابوالکلام آزاد کی تحریر کے آئینہ میں امام ابن تیمیہؒ:

آیة من آیات الله وحجة قائمة من حجج الله شیخ المصلحین وملاذ المجددین۔ سند الکاملین۔ وامام العارفین وارث الانبیاء وقدوة الاولیاء حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہؒ

ان الفاظ سے امام الہند مولانا آزاد قدس سرہ العزیز نے آٹھویں صدی کے عظیم مجدد و امام ابن تیمیہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔(تذکرہ ص۱۵۴' ج۱)

ابن تیمیہ کا خاندانی پس منظر اور پیدائش:

ابن تیمیہ کا خاندان حران (عراق) کا مشہور علمی و دینی خاندان تھا۔ یہ خاندان حنبلی العقیدۃ تھا' ابن تیمیہ کے دادا ابو البرکات مجدالدین کا شمار مذہب حنبلی کے ائمہ و اکابر میں ہوتا ہے۔ان کی سب سے مشہور تصنیف اور علمی یادگار منتقی الاخبار ہے۔ابن تیمیہ کے والد شہاب الدین عبدالحلیم ہیں جو دمشق کے جامع اموی میں درس دیتے تھے۔ اوراس کے ساتھ دارالحدیث السکریہ کے شیخ الحدیث بھی تھے۔ان کے درس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ بالکل زبانی اور برجستہ ہوتا تھا۔اور اثنائے درس کسی کتاب سے مدد نہ لیتے تھے' اسی نامور دینی و علمی خاندان میں دوشنبہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ کو ابن تیمیہ کی ولادت ہوئی۔باپ نے احمد تقی الدین نام رکھا۔لیکن خاندانی لقب نام پر غالب آیا اور اسی سے مشہور ہوئے۔ابن تیمیہ سات برس کے تھے کہ ان کا وطن حران تاتاریوں کی زد میں آ گیا۔مجبور ہو کر اس کے خاندان نے دمشق ہجرت کی۔

تعلیم و تکمیل:

بچپن میں ابن تیمیہ نے بہت جلد حفظ قرآن سے فراغت حاصل کی۔ان کے عجیب وغریب حافظہ اور سرعت حفظ نے علماء واساتذہ کو متحیر کر دیا تھا۔ابن تیمیہ نے بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ علوم کی تحصیل شروع کی۔اوراس کے ساتھ ساتھ اپنے والد کے مجالس درس وعظ اور علماء کے حلقوں میں بھی شریک ہونے لگے۔ابن تیمیہ نے نحو میں سیبویہ کے الکتاب پر خاص طور سے غور وفکر کیا اس کے کمزور مقامات اور غلطیوں پر گرفت کی نظم ونثر کا ایک بڑا حصہ انہوں نے محفوظ کیا۔نظری علوم کے علاوہ کتابت وخوشنویسی وریاضی کو انکے اساتذہ سے حاصل کیا۔حدیث میں سب سے پہلے امام حمیدی کی الجمع بین الصحیحین حفظ کی۔بقول ابن عبدالہادی حدیث میں ان کی شیوخ کی

تعداد دوسو سے زیادہ ہے (الکوکب الدریة) مسند امام احمد کی کئی بار اور صحاح ستہ کی کئی بار سماعت کی تفسیر میں بقول انکے سو سے زائد کتابوں کا مطالعہ کیا کما قال ربما طالعت علی الاٰیة الواحدة نحومائة تفسیر ثم اسأل الله الفهم اقول یا معلم آدم وابراهیم علمنی وکنت اذهب الی المساجد المهجورة ونحوها وامرّغ وجهی فی التراب واسئل الله تعالیٰ واقول یا معلم ابراهیم فهّمنی (العقود الدریة ص ٢٦)

اشاعرة کے زور کی وجہ سے علم کلام کا وسیع اور گہرا مطالعہ کیا اور ان کے عقل وفلسفہ کے ائمہ ومصنفین حتیٰ کہ حکماء یونان کی غلطیوں کو ظاہر فرمایا جس کا جواب فلسفہ کے پورے حلقہ سے نہ ہوسکا بقول کمال الدین الزملکانی قدالان الله له' العلوم کما الان لداؤد الحدید الخ (مختصراً عن تاریخ دعوت وعزیمت حصہ دوئم)

نسبته الی التجسیم:

٦٩٨ ھ میں شہر حماة کے چند باشندوں کے ایک استفتاء (جس میں صفات خداوندی الرحمن علی العرش الخ وغیرہ کے متعلق پوچھا گیا تھا) کے جواب میں آپ نے ابوالحسن اشعری، باقلانی اورامام الحرمین صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین متکلمین متقدمین کے مسلک واقوال کے مطابق دیا جو العقیدة الحمویة الکبریٰ کے نام سے مشہور ہے' اس میں صاف فرمایا کہ صفات پر علی حقیقتہ ایمان لانا ضروری ہے اور لیس کمثله شیئی مگر معاندین نے ہنگامہ برپا کیا اور آپ کا رشتہ مجسمہ سے وابستہ کرایا حالانکہ اس کی تردید میں آپ نے بڑا اہتمام کیا اور بار بار صفائی کی شرح حدیث النزول میں فرماتے ہیں "ان الله لا یزال فوق العرش ولایخلوا العرش منه مع دنوہ ونزوله الی السماء الدنیا ولایکون العرش فوقه وکذلك یوم القیامة کما جاء به الکتاب والسنة ولیس نزوله کنزول اجساد بنی آدم من السطح الی الارض بحیث یبقی السقف فوقهم بل الله منزہ عن ذلك (٥١ـ ص ٦٩) وقال ومن الایمان بالله الایمان بما وصف به نفسه فی کتابه وبما وصف به رسوله محمد ﷺ من غیر تحریف ولاتعطیل ومن غیر تکیف ولا تمثیل بل یومنون بان الله لیس کمثله شیئی وهوالسمیع البصیر فلا ینفون ماوصف به نفسه ولایحرفون الکلم عن مواضعه ویلحدون فی اسماء الله تعالیٰ وآیاته ولا یمثلون صفاته بصفات خلقه لانه سبحانه لاسمی له ولا کفوله ولاندله ولا یقاس بخلقه سبحانه وتعالیٰ (العقیدة الوسطیة)

وقدقال المصنف فی المناظرة اللتی جرت له مع خصومه حین سئل عن عقیدته لمجلس نائب السلطنة بدمشق جمال الدین الاقرم فا حضرعقیدته الواسطیه وقال او الحذوایذکرون نفی التشبه والتجسیم ویطنبون فی هذا ویعرضون بما ینسبه بعض الناس الیغا من ذلك فقلت قولی "من غیر کیف ولاتمثیل ینفی کل باطل واتفق السلف علی ان الکیف غیر معلوم لنا فنفیت ذلك اتباعاً لِلسّلف الامة(مجموعة

الرسائل الکبریٰ ص ۴۰۷۔۴۱۳ ج۱)

الی آخر ماقال فی رد التجسیم والاتہامات العجیبة ومع ذلك یقول ابن بطوطة حیث قال انه کان علی منبر دمشق وقال ان الله ینزل الی سماء الدنیا کنزولی هذا ثم نزل درجة من درج المنبر انتهیٰ۔ وهی من زلة قدم ابن بطوطة فی تشنیع الشیخ وغالب ماذکر فیه مبالغة واغلوطة قداخذه من العوام او من مخالفی وکلامه یدل علی انه لیس من المحققین وتذویر ابن بطوطة یظهر من انه قال "وکنت اذ ذاك بدمشق فحضرته یوم الجمعة وهو یعظ الناس علی منبر الجامع ویذکرهم الی ان قال الخ فیدعی ابن بطوطة حضور مجلسه وهو قد سجن بقلعة دمشق قبل مجئ ابن بطوطة اکثر من شهر إنتقل الشیخ یوم سادس شعبان ۷۲۶ھ وصرح ابن بطوطة فی رحلته انه وصل دمشق التاسع من رمضان ۷۲۶

(رحلة ابن بطوطة مصری ص ۵۰)

فقد اصدق الشیخ سعدی جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ (التقطت من مجموعة تفاسیر ابن تیمیہؒ ص ۲۷ تا ۳۱)

معاصر اعلام و اعاظم ابن تیمیہؒ:

اس زمانے میں ائمہ دین اور کاملین علوم کی ایک جماعت کثیرہ ملک کے ہر حصہ میں موجود تھی اور علی الخصوص دیار مصر وشام تو علماء وکاملین امت سے مملو تھے۔ قاضی ابوالبرکات مخزومی نے کہا ہے:

وکان فی عصرہ بالشام یومئذ سبعون مجتهداً من کل منتخب

جسے ابوالفتح ابن سید الناس اشبیلی، شمس الدین مقدسی، ابوالعلاء الضاری السبکی، قاضی ابن الزملکانی، سید ابوالمحاسن دمشقی، ابوعبداللہ حریری، ابوالعباس بن عمر الواسطی، حافظ ابوالفداء عماد الدین، حافظ ابن قدامہ مقدسی، ابواسحٰق السعدی، امام برہان الدین الفوزی، حافظ صلاح الدین بعلبکی، شیخ صفی الدین بغدادی (جن کا مفصل تذکرہ علامہ گیلانی نے نظام تعلیم و تربیت ج اول بسلسلہ مناظرہ ابن تیمیہؒ عجیب پیرایہ میں سپرد قلم کیا ہے (س۔م) حافظ ابن شامہ دمشقی، قاضی تقی الدین دقوقی، شیخ عمر بن الوردی، امام ابوالعباس بن حجی، حافظ جمال الدین عقیلی، حافظ برزالی اور شبلی، تقی الدین سبکی، حافظ جمال الدین المزی، امام تقی الدین ابن دقیق العید، ابوحیان صاحب تفسیر، حافظ ابوعبداللہ الذہبی رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ بے شمار ائمہ واعلام عہد الخ (تذکرہ، ج۱، ص ۱۵۵)

حافظ ذہبیؒ کا ابن تیمیہؒ کو خراج تحسین:

علماء حدیث متاخرین میں سے کسی مصنف کا بھی ہم اخلاف امت وبیچارگان دورہ آخر پر اس درجہ احسان نہیں ہے جس قدر حافظ ذہبیؒ کا ہے۔ (ابی الکلام احمدؒ) (تذکرہ: ص ۱۵۶)

وقال تلمیذہ الشیخ تاج السبکی فی الطبقات الکبریٰ۔ هو رجل الرجال فی کل سبیل کان ما جمعت

الامة فی صعید واحدٍ فنظرها (ص ۱۵۷)

یہی علامہ ذہبیؒ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اوصاف ومدائح لکھتے لکھتے تھک گئے اور وہ ختم نہ ہوئے تو بالآخر یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔وھو اکبر من ان ینبه علی سیرته مثلی ووالله لو حلفت بین الرکن والمقام انی مارأیت بعینی مثله وانه مارأی مثل نفسه ما حنثت ۔ قال الامام ابی الکلامؒ وکفاك بالذهبی شاهداً

تقی الدین اضحیٰ بحر علم یجیب السائلین بلا قنوط

احاط بکل علم فیه نفع ' فقل ماشئت فی البحر المحیط (ص ۱۵۷)

وقال الذهبی: لقد نصر السنة المحضة والطریقة السلفیة' واحتج لها ببراهین ومقدمات و امور لم یسبق الیها واطلق عبارات احجم عنها الاولون والاخرون۔ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں کہ وھو عجیب فی استحضار السنة واستخراج الحجج منها بحیث یصدق علیه ان یقال کل حدیث لایعرفه ابن تیمیهؒ فلیس بحدیث ولکن الاحاطة لله تعالیٰ۔حافظ ذہبیؒ نے امام ابن تیمیہؒ کا ترجمہ سات سے زیادہ موقعوں پر لکھا ہے۔ لکھتے ہوئے جوش ارادت واضطراب عقیدت سے بے خود ہو جاتے ہیں۔(ابی الکلامؒ) معجم کبیر۔اوسط۔صغیر۔معجم شیوخ' تذکرۃ الحفاظ اور تاریخ الاسلام میں بالاختصار والتفصیل تذکرہ کیا ہے (ص ۱۶۵)

وقال فی معجم الشیوخ نصر السنة المحفوظة حتی اعلی الله تعالیٰ مناره وجمع قلوب اهل التقویٰ علی محبته الخ (ص ۱۶۶) نقلاً عن ابی الکلامؒ

دیگر اہل علم ومعاصرین کے بیانات:

امام الجرح والتعدیل بل امام ائمۃ الجرح والتعدیل حافظ ابوالحجاج مزی صاحب التہذیب نے اس عہد کے تمام اصحاب حق کی طرح کہا تھا۔مارأیت مثله (ابن تیمیہؒ) ولارأی مثل نفسه و مارأیت احداً اعلم بکتاب ' الله وسنةرسوله ولا اتبع لهما منه (وقال ایضا) لم یرمثله منذ اربع مائة سنة۔ وقال الشیخ نجم الدین فیه۔

علیم بادواء النفوس یسوسها ' بحکمته فعل الطبیب المجرب (از قصیدہ بائیہ) (تذکرہ ص ۱۶۳)

مخالفین کا بھی اعتراف عظمت:

''ابن تیمیہ کے مخالفین میں سے زیادہ نام آور قاضی تقی الدین سبکی ہیں جنہوں نے مسئلہ زیارت وطلاق پر دو رسالے لکھے۔قاضی سبکی اور ابن السبکی کے رسائل کا رد متعدد علماء نے لکھا۔ از انجملہ ابن عبدالہادی کی الصارم المنکی جو کہ چھپ چکی ہے' بہر حال یہ قاضی صاحب حافظ ذہبی کے ایک خط کے جواب میں ابن تیمیہ کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں'' یہ خادم ان کی قدرومنزلت کی بزرگی علم کی بے پایانی' علوم عقلیہ ونقلیہ میں وسعت نظر کمال ذکاوت واجتہاد اور ان کے سارے اوصاف کمال میں وہاں تک پہنچ جانے کا معترف ہے جو حد توصیف سے باہر ہے' علی

الخصوص ان اوصاف کے ساتھ ان کا زہد و ورع اور دیانت وحق پرستی اور صرف اللہ کے لئے نصرت حق میں قیام وثبات اور طریق سلف پر سلوک اور موارد سلفیہ سے بحد کمال اخذ و نظر اور بحیثیت مجموعی ان کا وہ مرتبہ کمال کہ موجودہ عہد میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں بلکہ کتنے ہی عہدوں سے پیدا نہیں ہوئے" (تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد)

معاصرت سب سے بڑی ابتلاء:

بعض علماء ہم عصر کی طرف سے ابن تیمیہ پر جرح وقدح بھی کیا گیا ہے جیسے ابوحیان امام النحو والادب کی طرف سے تو اس کے بارے میں فرمایا: قال ابن عباسؓ استمعوا علی العلماء ولا تصدقوا بعضهم علی بعض فوالذی نفسی بیدہ لهم اشد تغایراً من التیوس فی زروبها وقال بعض الائمة یوخذ بقول العلماء فی کل شی الاقول بعضهم فی بعض حافظ ذہبی نے اس عنوان پر ایک رسالہ لکھا اور کہا کہ معاصرت سے بڑھ کر علماء کے لئے ابتلاء نہیں۔

ولوفتحنا هذالباب واخذنا بقول المعاصرین بعضهم فی بعض لماسلم لنا احد من الائمة والتابعین۔ قال ابی الکلامؒ الخ

ہم بے مایگان علم وتہی دستان عمل کو زیب نہیں دیتا کہ ان میں سے کسی کی نسبت بھی حرف سوء نکالیں یا ان کے ادب وتعظیم میں مضائقہ کریں، جنہوں نے اشرفیاں کمائیں تھیں انہوں نے ایک مٹھی مٹی کی بھی بھرلی لیکن ہمارے دامن میں بجز گرد و خاک کے اور کیا ہے؟ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین امنو ربنا انك رؤف الرحیم۔

کمال وعظمت ابن تیمیہ پر اجماع علماء:

الاجماع علی نبوغ ابن تیمیہؒ و کمالہ:

الرد الوافر میں عسقلانیؒ نے تقریباً ایک سو اکابر ومشاہیر عہد وقریب العہد کے اقوال نقل کئے ہیں، جنہوں نے بالاتفاق ان کے مجتہد مطلق، امام العصر نادرة الدهر، نابغة الاسلام، اوحد الزمان، مجدد کتاب وسنت، محی الملت، انموذج الخلفاء الراشدین، آخر الائمة المجتهدین، مفتی الفرق، الامام فی کل علم وفن اعجوب العلماء القرون الوسطیٰ ہونے کا ایسے لفظوں میں اعتراف کیا ہے، جن سے زیادہ توصیف وتمجید کے الفاظ نہیں ہو سکتے

نہ من برآں گل عارض غزل سرائم وبس — کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند!

قال الحافظ ابوالعباس عماد الدین الواسطی فی مکتوب الی اصحاب ابن تیمیة:

لم یرتحت ادیم السماء مثل شیخکم ابن تیمیه علماً وعملاً وحالاً وخلقاً واتباعاً وکرماً وحلماً وقیاماً فی

حق الله تعالیٰ عند انتهاك حرماته......الخ ووالله ماراًینا فی عصرنا هذا من تستجلی النبوة المحمدیة وسنتها من اقواله وافعاله الاهذ الرجل یشهد القلب الصحیح ان هذا هوالاتباع حقیقة

انبیاء کرام کے بعد یہ مقام (تزکیۂ نفوس وعلاج امراض روحانی۔ س۔م) صرف انہی نفوس خاصہ کو حاصل ہو سکتا ہے جو اسوۂ حسنہ نبوت اور اخلاق وصفات نبوت کے کامل تاسی اور سنت منیرہ خالصہ محضہ کے کمال اتباع وتفانی سے وراثت ونیابت انبیاء ورسل کے مرتبہ پر پہونچ جاتے ہیں' اور معالجہ نفوس' وتداوی ارواح قلوب' وطبابت اقوام وملل کے تمام اسرار وخفایا ان پر اس طرح کھل جاتے ہیں کہ بقول صاحب تفہیمات گویا همه رامیان هر دو چشم خود متمثل ومتشبح می بیند' ونه از چشم بصیرت بلکه از چشم سر مشاهده می کنند کا مقام کشف ورفع حجب حاصل ہو جاتا ہے' حضرت شیخ جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں اسی کی طرف اشارہ کیا۔

هم حراس القلوب' جواسیس الارواح' الامناء علی السرائر والخفیات' المطلعون علی ماانضمرت بواطن وتطوت علیه السیئات الخ

"وہ دلوں کے نگران ونگہبان روحوں کی جاسوسی کرنے والے' رازوں اور بھیدوں کے خزانچی اور سینوں کے اندر چھپی ہوئی باتوں اور دلوں کے تہہ کی نیتوں کی خبر رکھنے والے لوگ ہیں۔"

تو اگر چہ اس عہد میں بڑے بڑے اصحاب علم وعمل موجود تھے' مگر علیم بادواء النفوس الطبیب المجرب یہ بات صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہی کے حصے میں آئی تھی۔ (تذکرہ ج اول ص ۱۶۳)

امام ابن تیمیہؒ، حافظ ذہبیؒ کے شیوخ میں سے :

حافظ موصوف (الذہبی س'م) نے معجم شیوخ میں لکھا ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل اور مصنفات قاضی ابویعلیٰ وابن بطہ وابن مندہ وغیرھم اکابر حنابلہ اور بعض دیگر (مصنفات) صحائف سنت کی اجازت قراءت وسماع کے ساتھ میں نے ابن تیمیہ سے لی ہے۔ اس کے علاوہ خود امام موصوف کی تمام مصنفات کی اجازت واسناد بھی حاصل کی ہیں الخ

سلف کی کمال حق وبے نفسی معاصرین وتلامذہ سے روایت :

خود معاصرین ایک دوسرے سے اجازت واسناد حاصل کر لیتے اور کمال حق پژوہی وبے نفسی سے ایک دوسرے کو بلاتکلف اپنے شیوخ میں شمار کرتے۔ ابن ابی شیبۃ نے وکیع کا قول نقل کیا ہے لا یکون الرجل عالماً حتی یحدث عمن ھو فوقة وعمن ھو مثله وعمن ھودونه۔ خود امام بخاری کا قول وعمل یہ تھا۔ لایکون المحدث کاملاً حتی یکتب عمن ھوفوقه ومثله ودونه نقله الحافظ بن حجر فی ھدی الساری فلله درابی الکلام حیث قال۔ دنیا کی کسی قوم کی علمی تاریخ علم پرستی کی ایسی سچی اور پاک مثالیں پیش نہیں کر سکتی۔

اضطراب وبے اطمینانی متکلمین وفلاسفہ واعتراف تہی دامنی"

متکلمین فلاسفہ اطمینان سے محروم طبقہ:

شیخ عماد الدین واسطی جب اولاً ابن تیمیہ کی صحبت درس میں حاضر ہوئے تو علم کلام ہی کی نسبت صحبت تھی، امام موصوف فرمارہے تھے، دنیا میں متکلمین وفلاسفہ سے بڑھ کر مضطرب ومحروم اور اطمینان قلب وسرور روح کی لذت یک قلم نا آشنا اور کوئی گروہ نہیں پھر امام شہرستانی وامام رازی کے اشعار پڑھے کہ ان کی مدت العمر کاوش وتعمق کا ماحصل یہ تھا:

لعمری لقد طفت المعاهد کلها وسیرت طرفی بین تلك المعالم
فلم ارا لا واضعا کف حائر علی ذقن او قارعاً سن نادم

وقال الامام الرازیؒ۔

نهایة ارباب العقول عقال واکثر سعی العالمین ضلال
ولم نستفدمن بحثنا طول عمرنا سوی ان جمعنا فیه قیل وقالو (ص۱۷۳)

وقال الشافعیؒ

کل العلوم سوی القرآن مشغلة الاالحدیث والاالفقه فی الدین
العلم ماکان فیه قول حدثنا ! وما سویٰ ذاك وسواس الشیطن (ص۱۸۱)

قال ابن قیم فی النونیة الکبریٰ

العلم قال الله قال رسوله قال الصحابة هم اولوالعرفان
ماالعلم نصبك للخلاف سفاهة بین الرسول وبین رای فلان (ص۲۷)

عظیم مصنفات ابن تیمیہؒ:

افسوس امت کی محرومی ودرماندگی پر کہ صدیوں سے یہ خزائن معارف کنوز حقائق موجود ہیں مگر کوئی ان کا شناسا وعارف پیدا نہ ہوا بلکہ ہمیشہ غفلت وجہل اور تعصب وجمود کی تاریکیوں میں مدفون ومجہول رکھا گیا۔وھذا لیست اول قارورۃ کسرت فی الاسلام وکم من نوبة قدرموا الحق والعلم عن قوس واحده علی الخصوص آج کل مسلمانوں میں جس فتنہ عقائد نے سر اٹھایا ہے اس کے لحاظ سے معارف ابن تیمیہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز مطلوب ومقصود وقت نہیں الخ ان کی زندگی میں ان کے مصنفات کی شہرت اتنی عالمگیر ہوچکی تھیں کہ مصر وشام سے گزر کر چین تک پہونچ چکی تھیں۔ابن حجر نے شمار کیا تو مشہور مولفات علاوہ تفسیر القرآن کے چار ہزار صفحات سے زیادہ ہیں (مختصراً س۔م)
شیخ ابن یوسف مرعی لکھتے ہیں کہ بلاد مصر وشام کے سیاح یمن ونجد کی طرف بہترین تحفہ اہل علم کے طلب کا مولفات ابن تیمیہ ساتھ لے جاتے ہیں (مختصراً س۔م ص۲۱۷) قاضی القضاۃ شام شیخ شہاب الدین ملکاوی الشافعی (فقیہ

الشام اور ابوالعباس ابن حجی کے شیخ ہیں) نے امام نووی کے شرح مسلم فروخت کر کے اسکی قیمت سے امام موصوف کی الردعلی انصاریٰ (فی المجلات الاربع) خرید کی (مختصراً س م ص ۲۱۷) شیخ ابن یوسف مرعی لکھتے ہیں کہ بلاد مصر و شام کے سیاح یمن ونجد کی طرف بہترین تحفہ اہل علم کے طلب کا مولفات ابن تیمیہ ساتھ لے جاتے ہیں (مختصراً س م ص ۲۱۷) قاضی القضاۃ شام شیخ شہاب الدین ملکاوی الشافعی فقیہ الشام اور ابوالعباس ابن حجی کے شیخ ہیں) نے امام نووی کی شرح مسلم فروخت کر کے اس کی قیمت سے امام موصوف کی الردعلی انصاریٰ (فی المجلدات الاربع) خریدی (مختصراً س م ص ۲۱۷)

سند اقرب وجید کی جستجو: حافظ سخاویؒ نے مسند امام احمد کی ایک ایسی سند کے لئے جس میں ان کی حاصل کردہ سند کا ایک واسطہ کم تھا' مصر سے عراق تک کا سفر کیا۔ علامہ فلانی خود لکھتے ہیں کہ صحاح کسی اقرب ترین اسناد کی جستجو میں تمام دیار مصر و شام و جزیرہ اور نجد و حساء کی خاک چھانی الخ۔ فربری کا قول مشہور ہے کہ امام بخاریؒ سے ان کی زندگی میں نو دس ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کی سند حاصل کی۔ الخ۔ جس دن امام علی رضاؒ نیشاپور میں داخل ہوئے' بیس ہزار آدمی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ صرف ایک حدیث انکے آبائی سلسلہ سے سُن لیں اور اہل بیت کے سلسلہ عالیہ اسناد سے مشرف و مفتخر ہوں ان بیس ہزار آدمیوں میں حافظ ابوزرعہ اور امام مسلم بھی تھے۔ الخ (والتفصیل فی علمائے سلف)

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

اسراو معراجِ رسول ﷺ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم' بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ جل جلالہ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ [بنی اسرائیل:١]

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ (محمد) کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد بیت المقدس تک جس کے آس پاس (ملک شام ہے) ہم نے دینی اور دنیوی برکات رکھے ہیں (تعجب انگیز انداز میں اس واسطے) لے گئے تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلاویں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے اور دیکھنے والے ہیں۔"

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک:

محترم سامعین! آپ کے سامنے میں نے جس آیت مبارکہ کی تلاوت کی' اس میں واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے' واقعہ معراج قرآن کریم میں اجمالاً جبکہ کتب سیرت وتاریخ' احادیث نبوی ﷺ اور سیرت النبی ﷺ کے ذخائر اس واقعہ سے مفصل تحقیقی اور دلائل سے بھرے پڑے ہیں' معراج کے واقعات تیس کے قریب صحابہ سے منقول ہیں۔یہی معمول خطباء حضرات کا ہے کہ وہ شب معراج میں پیش آنے والے واقعات کو اپنے اپنے انداز میں وقتاً فوقتاً بیان فرماتے رہتے ہیں' یاد رہے کہ اسے بعض لیلۃ الاسری کے نام سے بھی ذکر کرتے ہیں' وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک جو سفر ہوا اسے اسریٰ کہتے ہیں جس کا کلام پاک کی اس آیت میں بھی ذکر ہے۔عام طور پر اسریٰ رات کے سفر کو کہتے ہیں اور یہ پورا عجیب وغریب واقعہ بھی رات میں ہوا۔

سفر آسمانوں کا:

بہرحال پھر مسجد اقصیٰ کے بعد آنحضرت کا یہ سفر آسمانوں کی طرف شروع ہوا' یہاں سے آسمانوں تک کے سفر کو معراج کہتے ہیں' میں آپ کو احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ بتلانے کی کوشش کروں گا کہ اس سفر کی کیفیت کیا تھی؟ یہ سفر کیسے شروع ہوا؟ آپ کو اس مبارک سفر میں رب العزت نے کیا کیا عجائبات قدرت دکھائے؟ اور کس غرض سے آپ ﷺ آسمانوں پر سے گزر کر عرش بریں تک پہونچے؟ ان تمام باتوں کا جواب احادیث کی کتب

میں کافی اور شافی انداز میں موجود ہے۔

معراج کا معنیٰ:

معراج کے معنی آلہ عروج کے ہیں یعنی اوپر چڑھنے کا آلہ جس کو سیڑھی بھی کہا جاتا ہے یعنی آپ کے لئے ایک سیڑھی لائی گئی جس پر آسمان کی طرف چڑھ گئے‘ اس لئے واقعہ کو واقعہ معراج کہتے ہیں‘ سب سے پہلے میں اس سفر کا ذکر کروں گا جو حرم شریف یا ام ہانی کے گھر سے شروع ہوا اس سلسلہ میں صحیح بخاری اور مسلم میں طلباء کرام بھی جانتے ہیں کہ طویل احادیث موجود ہیں‘ جن میں سے بعض کے الفاظ یوں ہیں۔

آغازِ سفر کا واقعہ:

عن قتادہ عن انسِ بن مالک عن مالک بنِ صعصعہ رضِی اللہ عنہما، ان النبی ﷺ حدثہم عن لیلۃ اسری بِہ: قال بینما انا فِی الحطِیمِ وربما قال: فِی الحِجرِ مضطجِعا اذا تانِی آت فشق ما بین ھذِہِ ولی ھذِہِ یعنی فی ثغرۃ نحرہ الی شعرتہ فاستخرج قلبِی، ثم اُتیتُ بِطست مِن ذھب مملوء ایمانافلبی ثم اعید وفی روایۃ ثم غسل البطن بماء زمزم ثم ملیء ایماناً وحکمۃ ثم اتِیت بِدابۃ دون البغلِ، وفوق الحِمارِ ابیض، یقال لہ البراق یضع خطوہ عِند اقصی طرفِہِ، فحمِلت علیہِ، فانطلق بِی جِبرِیل الخ (صحیح البخاری)

ترجمہ: حضرت قتادہ انس بن مالکؓ سے اور انہوں نے حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت کی ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے اس رات سے متعلق خبر دی جس میں آپ کو معراج کرائی گئی کہ میں حطیم میں لیٹا تھا اور بعض راوی حجر کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا۔ اور اس سے یہاں سے یہاں تک (میرا سینہ) چیر دیا یعنی گلے کی گرہ سے لے کر آئے عانہ (ناف) کے بالوں تک پھر اس سے انہوں نے میرا دل نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایک تھال لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا‘ پس میرے دل کو دھو کر اسے (ایمان) سے بھر دیا اور پھر اپنی جگہ لوٹا دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر زمزم کی پانی سے میرے پیٹ کو دھویا گیا اور اسے ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا پھر میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا سفید رنگ کا تھا جس کو براق کہا جاتا ہے وہ اپنے منتہائے نظر پر قدم رکھتا مجھے اس پر سوار کیا گیا‘ جبرائیل مجھے لے چلے۔

براق‘ سواریِ رسول ﷺ:

اس روایت کو ذکر کرنے کا میرا مطلب یہ ہے کہ آپ حطیم یا حجر میں تھے چونکہ یہ دونوں کعبہ کے صحن میں ہیں اس لئے کبھی آپ حطیم اور کبھی حجر فرماتے ہیں‘ اس کے بعد آپ کا سینہ چیر دیا گیا گویا یہ ایک آپریشن تھا‘ اور آپ کا مبارک دل نکال کر زمزم کے پانی سے دھویا گیا‘ اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ میں کمال معرفت وعلم

بھر دیا جائے تا کہ انوارت الٰہیہ برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو آپ نے فرمایا "ثم اتیت بدابہ یہ ایک قسم کا جانور تھا جسے براق کہتے تھے' یہ تمام انبیاء کرام کی سواری کیلئے مقرر تھا' علمائے کرام نے لکھا ہے کہ ہر نبی کے مقام و مرتبہ کے مطابق اس کا براق بھی ہے جیسے ہر پیغمبر کا الگ الگ حوض ہے' پس یہ براق آپ کے ساتھ خاص تھا۔

معزز دوستو! حضرت جبرائیل نے رکاب جبکہ حضرت میکائیلؑ نے لگام تھام کر آپ کو سوار کیا' سیرت کے کتب میں ہے کہ سوار ہوتے وقت براق نے کچھ شوخی کی مگر حضرت جبرئیل نے فرمایا براق شوخی نہ کر۔ آج تک آنحضرت ﷺ سے مبارک اور افضل ترین شخصیت نے تم پر سواری نہیں کی' یہ سنکر براق شرم و ہیبت کی وجہ سے پسینہ سے شرابور ہو گیا۔

دوران سفر کے عجائب:

بیت المقدس جاتے وقت آپ نے عجائب وغرائب دیکھے مثلاً طبرانی اور بیہقی کے روایت میں ہے کہ جاتے وقت دوران سفر دائیں طرف سے آواز آئی "یا محمد علی رسلك" یا محمد ذرا ٹھہر' میں آپ سے کچھ پوچھتا ہوں۔ تاہم میں نے توجہ نہ دی پھر آگے چل کر بائیں طرف سے آواز آئی: ''یا محمد علی رسلك" اے محمد ذرا ٹھہر جائیے۔ آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں میں اسے بھی چھوڑ کر آگے بڑھا تو سامنے کی طرف سے ایک بڑھیا زینت و سنگار کئے ہوئے آکر بولی "یا محمد علی رسلك" میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں میں نے اسے بھی نظر انداز کر دیا اور آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچا اور براق کو اسی حلقہ سے باندھ دیا جس کے ساتھ اور انبیاء کرام اپنی اپنی سواری باندھ دیا کرتے تھے' میں نے مسجد میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد پڑھی اس کے بعد جبرائیل امین نے مجھ سے پوچھا راستے میں کیا ماجرا پیش آیا' میں نے پیش آمدہ واقعہ ذکر کر دیا اس پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا جو آواز آپ نے دائیں طرف سے سنی تھی وہ یہود کا داعی تھا' اگر آپ ٹھہر جاتے تو آپ کی امت مذہب یہودیت اختیار کرتی اور بائیں جانب کی آواز داعی نصاری کی تھی' بالفرض آپ وہاں رک جاتے اور ان کی متابعت کرتے تو آپ کی امت کے لوگ نصاری ہو جاتے اور جو عورت بن سنور کر سامنے کی طرف سے آئی وہ دنیا تھی اگر آپ ٹھہر جاتے "لاختترت الدنیا علی الاخرۃ" آپ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے لیکن آپ نے یہ سب کچھ چھوڑ کر آگے بڑھے اور حق ہی کو اختیار کیا۔

شیخی ووالدیؒ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ شب معراج میں جبرائیلؑ کیساتھ اوپر تشریف لے جارہے تھے تو بیت المقدس میں بطور مہمانی و ضیافت مختلف مشروبات پیش کئے گئے' ایک گلاس پانی کا بھرا ہوا تھا' دوسرے میں شہد تھا اور تیسرے میں دودھ تھا اور چوتھے میں شراب تھی' مگر یاد رہے کہ یہ جنت کی شراب تھی یعنی (شرابا طهورا) جو تمام مسلمانوں کو جنت میں ملیگی اور طیب و طاہر اور ہر قسم کی خرابیوں سے پاک صاف ہوگی' مگر پھر بھی شراب ہی اسکا نام تھا' حضور اقدس ﷺ نے نہ پانی لیا نہ شہد اور نہ شراب بلکہ دودھ پی لیا

حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا' الحمدللہ کہ آپ نے دودھ پی لیا یہ فطرت کے مطابق ہے اور دودھ عالم مثال میں علم کی شکل ہے' گویا اشارہ تھا کہ آپکی امت علم میں باکمال اور سارے عالم میں ممتاز رہیگی' اگر آپ شہد پی لیتے تو امت لذتوں میں پڑ جاتی اور اگر شراب پی لیتے جواگرچہ طہور تھا تو امت گمراہی میں مبتلا ہو جاتی۔ اگر پانی پی لیتے تو بے کمال رہ جاتی کیونکہ پانی صفات اور کمالات سے خالی ہے' نہ میٹھا نہ کڑوا' نہ سرخ نہ زرد' نہ خوشبودار اور نہ بدبودار۔ اسمیں بالفعل کوئی کمال نہیں' شہد میں لذت اور مٹھاس ہے' شراب دنیوی مزیل عقل ہے اور اخلاق رزیلہ برانگیختہ کرتی ہے۔ حضور ﷺ نے ان سب کو چھوڑ کر دودھ پی لیا جو علم سے تعبیر ہے تو امت میں بھی علم سرایت کر گیا۔

امام الانبیاءؐ کی اقتداء میں نماز:

محترم سامعین! آنحضرت ﷺ نے انبیاء کرام کو دیکھا' تمام اولین وآخرین نے آپکی اقتداء میں وہیں نماز ادا کی' اسی لئے تو خاتم الانبیاء ﷺ کو امام الانبیاء کہا جاتا ہے' حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں اس کی تفصیل یوں آئی ہے:

وعن ابی هریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ لقد رأیتنی فی الحِجرِ وقریش تسألنی عن مسرای فسألتنی عن اشیاء وعن بیت المقدسِ لم اثبتها فکربت کرباً ما کربت مثله فرفعه الله لی انظر الیه مایسألونی عن شی اِلا انبأتهم بِهِ وقد رأیتنِی فِی جماعة مِن الانبِیاء، فاذا موسیٰؑ قائم یصلی فاذا رجل ضرب جعد کانه مِن رِجالِ شنوءة واذا عیسیٰ قائِم یصلی اقرب الناسِ بِهِ شبها عروة بن مسعود الثقفِی، واذا ابراهِیم قائِم یصلی اشبه الناسِ به صاحبکم یعنِی نفسه فحانتِ الصلاة فاممتهم فلما فرغت من الصلاة قال لِی قائِل:یا محمد هذا مالک خازن النار فسَلِم علیهِ فالتفت الیه فبدأنی باالسلام (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو مقام حجر میں دیکھا قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی چیزوں کے متعلق سوالات پوچھے جو مجھے یاد نہ تھیں' میں اتنا غمگین ہوا کہ اتنا غمگین کبھی نہ ہوا تھا۔ اللہ نے اسے میرے سامنے کر دیا میں اسے دیکھ رہا تھا وہ جس چیز کے متعلق پوچھتے بتا دیتا اور میں نے اپنے آپ کو انبیاء کرام کی جماعت میں دیکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے' جو اُن سے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے' انکے ساتھ سب زیادہ مشابہ تمہارا یہ صاحب یعنی میں ہوں پھر نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کی امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو مجھے کسی کہنے والے نے کہا اے محمدؐ! یہ دوزخ کے خازن مالک ہیں' انہیں سلام کیجئے' میں نے ان کی طرف توجہ کی تو انہوں نے مجھے سلام کر کے ابتدا کی۔

معزز سامعین! بہر حال بیت المقدس تک جو سفر ہوا وہ براق پر ہوا۔ رات کے اندھیرے میں ہوا' راستے میں آپؐ نے غرائب دیکھے۔ بیت المقدس میں باجماعت نماز پڑھی۔ کفار کے سوالات کے جوابات دیئے۔ پھر اس سے

آگے جو سفر ہوا اسے معراج کہتے ہیں اور سیڑھی پر چڑھ کر آپؐ مع جبرائیلؑ کے آسمانوں پر پہنچے۔

واقعہ معراج پر ہونے والے اعتراضات:

آمدم برسر مطلب' اب رہی یہ بات کہ یہ واقعہ کب پیش آیا' اس میں مختلف اقوال ہیں' نبوت کے بارہویں سال' ماہ ربیع الاول میں وقوع پذیر ہوا' یہ اکثر علماء کا قول ہے' بعض کے نزدیک نبوت ملنے کے بعد پانچویں یا چھٹے سال ہوا' زمینی سفر براق کے ذریعے اور آسمانی سفر سیڑھی کے ذریعے ہوا۔ واقعہ معراج پر اعتراض کرنے والے ہر زمانہ میں ہوتے ہیں' سب سے پہلے اس سے قریش مکہ نے انکار کر دیا' وجہ انکار مدت قلیل میں سفر طویل کا طے کرنا ہے چونکہ یہ لوگ عقل کو معیار اور کسوٹی قرار دے رہے ہیں' عقلاً جو چیز محال ہو' اس کو ناممکن تصور کرتے تھے' لیکن عقل از خود اندھا ہے' جب تک اس کے ساتھ وحی کی روشنی نہ ہو' وحی کی ابتداء وہاں سے ہوتی ہے جہاں عقل کی انتہا ہوتی ہے' دہری لوگ اس لئے مغیبات پر ایمان نہیں رکھتے کہ وہ دکھائے نہیں دیتے۔ بدن کے اندر روح موجود ہے جس کو حیات کہتے ہیں' وہ بھی دکھائی نہیں دیتی حالانکہ بدن اور اس کے تمام حصوں میں پائی جاتی ہے۔ اسی طرح ہوا جو تمام کائنات میں پائی جاتی ہے لیکن دکھائی نہیں دیتی تو پھر ان سب چیزوں سے انکار کرنا چاہیے۔ یہ سب اعتراضات آج بھی ہو رہے ہیں' آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ لیکن شریعت جو کہے وہ پتھر کی لکیر ہوگی۔ اس میں مرور زمانہ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ حقائق اس سے مزید روشن ہوں گے اور شریعت کا کہا ماننے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اب سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور دورہ ہے' نت نئے تحقیقات ہو رہے ہیں' انسان نے فضاؤں میں سفر کرنا شروع کر دیا ہے۔ خلائی جہاز' چاند' مریخ' زحل پر قدم رکھ رہے ہیں۔ سب کچھ ممکن ہے بلکہ مشاہدے کی بات ہے تو پھر کیا اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین' عزیز و جبار ذات ہے انسان سے بھی زیادہ کمزور ناتواں ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک سبحانہ علوا کبیراً

مٹی اور جراثیم کش اجزاء:

چودہ سو سال بعد آپؐ کے کہے ہوئے ارشادات پر مسلمان نہیں کافر' ملحد' مشرک لوگ پریکٹس کر کے انگشت بدنداں ہیں۔ آج سے کئی سال پہلے ایک انگریز نے اس حدیث پر تحقیق شروع کی کہ آپؐ نے کتے کا جھوٹا کیا ہوا جو برتن ہو اس کے بارے میں فرمایا تھا پہلے اس برتن کو سات مرتبہ پانی سے اور ایک مرتبہ مٹی سے دھویا جائے' اس انگریز نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ کتے کی زبان یعنی لعاب میں ایک قسم کے جراثیم ہوتے ہیں جو پانی کے ساتھ ختم نہیں ہوتے جب تک کہ اس کو مٹی سے نہ مانجھا جائے۔ کیونکہ مٹی میں جراثیم کش اجزاء ہوتے ہیں' جس سے وہ جراثیم ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ جو بات آپ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے فرمائی' آج سائنس حرف بحرف اس کی تصدیق کر رہی ہے اور جہاں پر سائنسی تحقیق اور اسلامی روایات میں تصادم ہو وہاں

پر سائنسی تحقیق غلط ہوگی نہ کہ شرعی و اسلامی نقطہ نظر۔

خانہ ءخدا سے سدرۃ المنتہیٰ تک:

اسلئے ہم مسلمان ببانگ دہل اور ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک ہی رات میں بلکہ رات کے مختصر وقت میں خانہ خدا سے چل کر سدرۃ المنتہیٰ پر اور وہاں سے عرش معلی پر قدم رنجہ ہوئے اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ فرمایا ہے۔ اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے پہلے پیش آیا ہے' چنانچہ شاہ روم ہرقل کے دربار میں ابوسفیان سے جب آپ ﷺ کے متعلق پوچھ گچھ ہوئی تو وہ کہتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ میں جھوٹ بولوں لیکن پھر مجھے خیال ہوا کہ مبادا میری زبان سے کوئی ایسی بات نکلے جس کی وجہ سے میں کاذب اور جھوٹا ٹھہروں' تو خود کو بھی حقیر جانوں اور میری قوم بھی مجھے جھوٹ بولنے کے طعنہ دیں گے۔

یہودی عالم کی تصدیق: اسلئے میں نے شاہ روم کو اس واقعہ کی اطلاع دی تا کہ وہ خود معلوم کرلیں کہ یہ تو جھوٹ ہے' میں نے شاہ روم ہرقل سے بیان کیا کہ مدعی نبوت یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات مکہ مکرمہ سے نکلے اور آپکی اس مسجد بیت المقدس تک آئے' دربار میں یہودیوں کا سب سے بڑا عالم ہرقل کے سرہانے کھڑا تھا' کہنے لگا میں اس رات سے بخوبی واقف ہوں' شاہ روم اس عالم کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپکو اس کا علم کیسے ہوا؟ اس عالم نے کہا کہ میری یہ عادت تھی کہ رات کو اس وقت تک نہ سوتا جب تک مسجد کے تمام دروازے بند نہ کردیتا۔ اس رات بھی میں نے حسب عادت تمام دروازے بند کردیئے لیکن ایک دروازہ باوجود زیادہ کوشش کے مجھ سے بند نہ ہوسکا تو میں نے اپنے عملہ کے لوگوں کو بلایا لیکن ان لوگوں سے بھی وہ دروازہ بند نہ ہوسکا۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ جیسے ہم پہاڑ کو ہلا رہے ہیں' تو میں نے عاجز ہوکر کاریگروں کو بلایا انہوں نے دیکھ کر کہا کہ ان کواڑوں کے اوپر عمارت کا بوجھ پڑگیا ہے لہٰذا اب صبح کو ہم دیکھ لیں گے کہ کیسے کھولا جائے۔ میں مجبور ہوکر واپس لوٹ آیا اور دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ صبح ہوتے ہی میں اس دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ دروازے کے پاس پتھر کی چٹان میں سوراخ ہوا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی جانور باندھ دیا گیا ہے' اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج اس دروازہ کو اللہ تعالیٰ نے شاید اسلئے بند ہونے سے روکا ہے کہ کوئی نبی یہاں آنے والے تھے اور پھر بیان کیا کہ اس رات آپ ﷺ نے ہماری مسجد میں نماز بھی پڑھی اسکے بعد مزید تفصیلات بھی بیان کیں۔ یہ واقعہ ابن کثیر نے بیان فرمایا۔ بہرحال جب یہودی عالم اس عظیم واقعہ کی تصدیق کررہا ہے تو ہم مسلمانوں کیلئے اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہ واقعہ خواب اور نیند کا نہیں بلکہ بیداری کا واقعہ ہے۔ رب ذوالجلال ہم سب کو حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل سے نواز کر سعادت دارین سے مالا مال فرمادیں ان شاءاللہ اس رات نمازوں کا تحفہ ملنا اور دیگر احکام جو اگلے سفر میں پیش آئے اگلے جمعہ کو بیان کرنے کی کوشش کرونگا۔

ڈاکٹر ریحان اختر*

قرآنِ کریم جنگ وامن کا عظیم ترین علمبردار ہے

اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی تعلیمات کے فروغ میں ہمیں صرف ایک نعرہ نظر آتا ہے وہ ہے امن کا نعرہ۔ اسلام میں تلوار کے استعمال کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کے استعمال کو بالکل منسوخ نہیں کیا گیا ہے۔ تلوار منطق یا انصاف کی جگہ نہیں لے سکتی لیکن بعض دفعہ اس کا استعمال ناگزیر صورت بن جاتی ہے، جیسا کہ کتب سیر میں بہت سارے واقعات موجود ہیں۔ اسلامی جنگوں کی ترقی اور اسلام کی ترقی کا واحد ذریعہ رہا کہ وہ صرف حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت تھی اور بلاشبہ فوجی وعسکری کامیابی اسلام کے مقدر کی تکمیل میں ایک قومی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے لیکن قرآنی تعلیمات سے ہٹ کر کوئی بھی عمل اہل اسلام کا نہیں رہا جو اصول قرآن نے مرتب کیے اسکے مطابق عمل ہوا۔ جیسا کہ قرآن کریم نے اسلام کے جنگ وامن اصولوں کو مختلف سورتوں اور آیات میں بیان کیے ہیں ہم ان اصولوں پر یہاں اختصار کیساتھ روشنی ڈالیں گے۔

(۱) اسلام میں ہوس ملک گیری کے لیے جنگ جائز ہے۔ سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ محض فتوحات اور ہوس ملک گیری کے لیے جنگ جائز نہیں۔ صرف دفاعی اغراض اور ظالموں کے خلاف جنگ جائز ہے، قرآن میں مسلمانوں کو جب مدینہ پہنچنے کے بعد پہلی بار اپنے دشمنوں کے خلاف جنگ کی اجازت دی گئی تو اس میں اس اصول کی وضاحت کر دی گئی۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۔[1]

[وہ لوگ یعنی مسلمان جن سے جنگ کی گئی اب ان کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے، یہ اسلئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے علاقوں سے ناحق نکالے گئے، صرف اس لیے نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔]

اس آیت کی تشریح کی ضرورت نہیں، بات صاف ہے کہ ان کو اس لیے جنگ کی اجازت دی جارہی ہے

---

* شعبہ دینیات (سنی)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

کہ ان پر ظلم کیا گیا اور وہ اپنے شہر (مکہ) سے ظالمانہ طور پر نکلنے پر مجبور کیے گئے۔ اس کے بعد ہی دوسرے سال رمضان میں اسلام کی پہلی اہم جنگ جنگ بدر ۲ ہجری میں پیش آئی۔

یہاں یہ بات بہت اہم اور قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی اس جنگ سے کافی پہلے ایک Pact کے ذریعہ مدینہ میں آباد مالدار اور طاقتور یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جس کو میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جن کی رو سے مسلمان اور یہودی نئی ریاست مدینہ کے باشندے تھے، دونوں قوموں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت تھی اور مدینہ پر حملہ کی صورت میں یہودیوں پر لازم تھا کہ وہ مسلمانوں کی اپنی جانوں سے مدد کریں یعنی جنگ میں شریک ہوں اور اس کے مصارف برداشت کریں لیکن یہودی نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ کی جنگوں احد و احزاب میں شریک ہی نہیں بلکہ انھوں نے اس میثاق یا Pact کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دشمنوں کا ساتھ دیا، اسی لیے ان یہودیوں کے خلاف بھی مدینہ کے مضافات اور خیبر میں جنگ کرنا پڑی۔

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ امن اور اس کے لیے کوشش بنیادی چیز ہے اور جنگ ایک ہنگامی شے ہے۔

(۲) دوسرا اصول جنگ یہ ہے کہ باہمی مشورہ کیا جائے، جنگ احد کی مناسبت سے کہا گیا

"وشاورھم فی الامر"[۲] [اور ان سے معاملات میں مشورہ کیا کرو۔]

(۳) تیسرا اصول یہ ہے کہ جب جنگ کا پختہ ارادہ کرلیا جائے تو پھر اللہ پر پورا بھروسہ کرنا چاہیے، تردد نہیں کرنا چاہیے۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کا ارشاد ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ[۳]

[(اور اے قرآن پڑھنے والے) جب تم نے عزم کرلیا تو اللہ پر توکل کرو اور اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔]

(۴) چوتھا اصول یہ ہے کہ جنگ میں اپنی طاقت سے زیادہ اللہ کی نصرت پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ احکم الحاکمین کا ارشاد ہے:

إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ[۴]

[اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور اگر اللہ تم کو چھوڑ دے تو کون ہے جو اس کے علاوہ تمہاری مدد کرسکتا ہے اور اللہ ہی پر اہل ایمان بھروسہ کرتے ہیں۔]

اپنی کثرت و طاقت کے گھمنڈ کا جو حشر ہوتا ہے اور جو مسلمانوں کو غزوہ حنین (۸ھ) میں ابتدائی شکست کی صورت میں پیش آیا اس کا ذکر سورہ توبہ کی آیت ۲۵ میں اس طرح ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ

عَنكُمْ شَيْئاً وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۝

[اللہ نے تمہاری بہت سے مواقع پر مدد کی اور جنگ حنین کے موقع پر بھی جب تمہاری تعداد کی کثرت نے تم کو غرور میں مبتلا کر دیا اور یہ تعداد کی کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین اپنی تمام وسعت کے باوجود اس موقع پر تمہارے لیے تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔]

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جنگ حنین کے لیے میدان جنگ میں جاتے ہوئے قبیلہ ہوازن وثقیف کے تیراندازوں نے ان پر گھاٹیوں سے زبردست تیراندازی کی جن سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے کافروں کو للکارا:

انا النبی لاکذب ان ابن المطلب

اور اپنے چچا حضرت عباس کو جو آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑے تھے حکم دیا کہ بھاگنے والے انصار و مہاجرین کو آواز لگائیں، ان کی آواز بہت بلند تھی اور ان کے نعرے پر مسلمان واپس آئے گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمان فتحیاب ہوئے۔

سورہ انفال میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَراً وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

[اور ان لوگوں کی مانند نہ بننا جو اپنے گھروں سے اکڑتے اور لوگوں کے آگے اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے، اور جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، حالاں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کے دائرہ علم میں ہے۔]

(۵) پانچواں اصول یہ ہے کہ دورانِ جنگ اگر مسلمان کو مشکلات پیش آئیں، وہ زخمی ہوں یا شہید ہوں تو اس سے دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ اپنے مورچوں یا پوزیشنوں پر جمے رہیں۔

وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝

[اور کتنے ہی انبیاء گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، تو وہ ان مصیبتوں کے سبب سے جو انھیں خدا کی راہ میں پہنچیں نہ تو پست ہمت ہوئے، نہ انھوں نے کمزوری دکھائی اور نہ دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیکے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔]

(۶) چھٹا اصول یہ ہے کہ دورانِ جنگ پیٹھ دکھا کر بھاگنا نہ چاہیے سوائے اس کے کہ اپنے حملے کی پوزیشن

بدلنا ہو۔اللہ کا ارشاد ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوْهُمُ الأَدْبَارَ۝وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفاً لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزاً إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۸

[اے ایمان والو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو،فوج کشی کی صورت میں تو ان کو پیٹھ نہ دکھائیو اور جو ان کو پیٹھ دکھائے بجز اس کے کہ جنگ کے لیے پینترا بدلنا چاہتا ہو یا کسی جماعت کی طرف سمٹ رہا ہو تو وہ اللہ کا غضب لے کرلوٹا،سو اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ نہایت بڑا ٹھکانا ہے۔]

(۷) دورانِ جنگ (جہاد) موت سے ڈرنا نہیں چاہیے:

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيْلِ اللهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۹

[اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہو گے یا مرو گے تو وہ مغفرت اور رحمت جو تمہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہو گی اس سے کہیں بہتر ہے جو یہ (مال) جمع کررہے ہیں۔]

(۸) دشمن سے مقابلہ ہو تو ڈٹ کر لڑنا چاہیے اور کثرت سے اللہ کا ذکر زبان پر ہونا چاہیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوْا اللهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُوْنَ ۱۰

[اے وہ جو ایمان لائے ہو جب تمہارا کسی جماعت سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو زیادہ یاد کرو کہ تم کامیابی حاصل کرو۔]

(۹) جنگ کے موقع پر اپنے کمانڈر کی پوری اطاعت کرنا چاہیے،سوائے اسکے کہ وہ کسی حرام بات کا حکم دے اور آپس میں اختلاف نہ کرنا چاہیے، جنگ بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے کہا:

وَأَطِيْعُوْا اللهَ وَرَسُوْلَهُ وَلاَ تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ۱۱

[اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں اختلاف نہ کرو کہ تم پست ہمت ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے، اور ثابت قدم رہو، بیشک اللہ ثابت قدموں کیساتھ ہے۔]

(۱۰) کمانڈر کو اپنی فوج کو دشمن کی سمت لڑنے کی لیے بڑھانا چاہیے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُوْا أَلْفاً مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُوْنَ ۱۲

[اے نبی مومنین کو جہاد پر ابھارو، اگر تمہارے بیس آدمی ثابت قدم ہوں گے تو دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر تمہارے سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر بھاری ہوں گے یہ اس وجہ سے کہ یہ (کافر) لوگ بصیرت سے محروم ہیں۔]

چونکہ رسول اللہ ﷺ غزوات کے موقع پر مسلمانوں کی افواج کے سپریم کمانڈر تھے اس لیے آپ سے یہ خطاب کیا گیا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی فوج کے مورال کو برقرار رکھنا کتنا ضروری ہے۔ لازم ہے فوج کے قائدین اپنے فوجیوں کی ہمت بندھائیں اور ان کی نظر فتح پر رکھیں، کمانڈر ہی کم ہمتی اور بزدلی دکھائے گا تو اس کی فوج جنگ نہیں کر سکتی۔

(۱۱) جنگ کی حالت میں زیادتیاں نہیں کرنی چاہیے، یعنی بوڑھوں اور عورتوں اور بچوں اور دیگر سویلین کو قتل نہیں کرنا چاہیے، نہ دشمن کے مقتول فوجیوں کی لاشوں کی بے حرمتی کرنا، نہ انکے ناک کان وغیرہ کاٹنا چاہیے، نہ سروں کے مینار بنانا چاہیے جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں وغیرہ کرتے تھے اور موجودہ عہد میں کمبوڈیا میں امریکہ کے حلیف پول پوٹ نے کیا جس نے لاکھوں مقتول فوجیوں کو کھوپڑیاں جمع کی تھیں، اس بارے میں اللہ رب العزت کا واضح ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [۱۳]

[جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں ان سے جنگ کرو اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔]

(۱۲) جنگ اپنے دفاع میں ہونی چاہیے، یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے یعنی ان لوگوں کے خلاف جو لوگوں کو ایمان لانے اور صرف اپنے خالق کی عبادت کرنے سے روکتے ہیں یا ایمان کے راستے میں سد راہ بنتے ہیں، اس لیے قرآن میں بار بار جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ کی عبارت اختیار کی گئی ہے۔ خالق کائنات کا ارشاد ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا [۱۴]

[وہ لوگ جنھوں نے دنیا کے عوض آخرت کا سودا کر لیا ہے ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کریں اور جو کوئی اللہ کے راستے میں جنگ کرے گا اور اس میں وہ قتل ہو جائے گا یا فتح یاب ہوگا تو ہر حال میں ہم اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔]

یہی بات زیادہ تفصیل سے سورہ توبہ میں کی گئی ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ١٥

[بیشک اللہ نے اہل ایمان سے ان کے جان و مال کے لیے جنت کے عوض خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔]

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ضروری نہیں کہ سب کے سب غالب ہوں، وہ شہید بھی ہو سکتے ہیں لیکن کامیاب ہر حال میں وہی ہیں، جہاد فی سبیل اللہ کی عبارت مثال کے طور پر سورہ انفال کی آیات ۷۱ اور ۷۲ میں دیکھی جا سکتی ہیں، اس سے ہماری اس سابقہ بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ محض ملک گیری اور کسی ملک کی دولت لوٹنے کے لیے جنگ جائز نہیں۔

(۱۴) جنگ کا مقصود دنیا کا مال و دولت یا مادی فائدہ نہ ہونا چاہیے، جنگ بدر کے قیدیوں سے حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر اور بعض صحابہ کی رائے کے مطابق فدیہ کی رقم لے کر ان کو آزاد کر دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ١٦

[کسی نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ اس کو قیدی ہاتھ آئیں جب تک وہ ان کے لیے ملک میں ان کی خونریزی برپا نہ کر دے، یہ تم ہو جو دنیا کے سروسامان کے طالب ہو، اللہ تو آخرت چاہتا ہے، اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے، اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے موجود نہ ہوتا تو جو روش تم نے اختیار کی اس کے باعث تم پر ایک عذاب عظیم آ دھمکتا۔]

اللہ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ کے لیے یہ رخ اس لیے اختیار کیا گیا کہ اللہ نے اس سے قبل سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا تھا:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ١٧

[پس جب ان کافروں سے تمہارے مقابلہ کی نوبت آئے تو ان کی گردنیں اڑاؤ، یہاں تک کہ جب ان کو اچھی طرح چور کر دو تو ان کو مضبوط باندھ لو، پھر یا تو احسان کر کے چھوڑنا ہے

یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے، یہ ہے (کام تمہارے کرنے کا) اور اگر اللہ چاہتا ہے تو وہ خود ہی ان سے انتقام لے لیتا، لیکن (اس نے تم کو یہ حکم اس لیے دیا) کہ ایک کو دوسرے سے آزمائے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے اللہ ان کے اعمال ہرگز رائیگاں نہیں کرے گا۔]

جہاں اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دشمن کی اچھی طرح خوں ریزی نہ کر دی جائے اس وقت تک قیدی بنانا جائز نہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کو بلا معاوضہ یا فدیہ لے کر چھوڑا بھی جا سکتا ہے، اس کا اختیار حاکم وقت کو ہے۔

(۱۴) جہاں اسلام نے اپنے دفاع میں اور اللہ کے راستے میں جنگ کی دعوت دی ہے وہیں ایک انتہائی اہم بات یہ کہ دیگر کمزور اور مظلوموں کی خاطر بھی جنگ کرنے کو کہا ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۱۸

[اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے جنگ نہیں کرتے جو دعا کر رہے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں ان ظالم باشندوں کی بستی (مکہ سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے مددگار پیدا کر۔]

یہ اس وقت کی بات ہے جب بیشتر مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے جا چکے تھے اور کچھ بے سہارا کمزور مرد، عورتیں اور بچے مکہ میں رہ گئے تھے۔ اس جنگ کے بارے میں عالم عرب کے معروف مصری دانشور اپنی کتاب امنِ عالم میں لکھتے ہیں:

''اب رہی اس جنگ کی بات، سو یہ جنگ انسانی آزادی کی خاطر ہے۔ یہ جنگ جاگیرداری اور استبدادی نظاموں کے خلاف ہے۔ انسان کی انسان کے لیے غلامی کے خلاف ہے، سرکشی و ظلم و ستم کے خلاف ہے۔ یہ جنگ ہر معنی اور ہر میدان کے لحاظ سے آزادی کی جنگ ہے۔ اقتصادی، نسلی، جبری مقاصد سے پاک ہے۔ اس جنگ میں حصہ لینا شرف انسانیت کے عین مطابق ہے۔ کیوں کہ یہ انسانی صفات انسانی حقوق اور انسانیت کے بنیادی اصولوں کو قائم کرنے کے لیے لڑی جاتی ہے۔ یہ تو وہ جنگ ہے جو اس زمین پر بسنے والی ہر انسانی مخلوق کے لیے اپنے ساتھ مساوات عدل و انصاف اور عزت و احترام دلاتی ہے''۔ ۱۹

الجہاد کے مصنف یحییٰ نعمانی اسلامی جنگوں کے سلسلے میں گویا ہیں:

''قرآن میں جہاد کی یہ آیتیں ان ظالمانہ حملوں سے دفاع کی تیاری کا حکم لے کر جب آتی ہیں تو یہ بتاتی ہیں کہ تمہاری یہ جنگ اور مال وجان کی قربانی صرف قومی وسیاسی دفاع اور عزت وغیرت کے تحفظ کے لیے نہیں ہے۔ نہ تم اپنی آزادی وخود مختاری کی حفاظت کے لیے لڑ رہے ہو، بلکہ قرآن اس کو بار بار یاد دلا رہا تھا کہ تم اپنی اس پوزیشن کو یاد رکھو کہ تم انسانوں کا کوئی عام گروہ نہیں ہو، تمہاری اٹھان دنیا کی لذتوں میں سے اپنا حصہ لینے کے لیے نہیں ہے۔ تم دنیا سے منھ موڑنے والے گروہ ہو۔ تم عبادت خداوندی اور ساری انسانیت کو نفع پہنچانے کے لیے ہمارے رسول کی گرد جمع ہوئے ہو۔ تم نے خدا سے عہد باندھا ہے کہ فقیرانہ زندگی کی ضرورت پڑی تو اس کو اختیار کر کے دوسروں کی ہدایت اور نفع رسانی کے لیے قربانیاں دوگے۔ اس لیے تم کو اپنے دفاع کے لیے جس جنگ کا حکم دیا جا رہا ہے یہ صرف دنیا کی عام جائز قسم کی بلکہ عام ضروری قسم کی جنگ نہیں ہے، بلکہ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہ یقیناً ایک مقدس جنگ ہے جو خدا کے لیے اور اس کے دین کیلئے لڑی جا رہی ہے''۔[۲۰]

(۱۵) مسلمان اللہ کے راستے میں یعنی اس کے دین کے دفاع کے لیے جنگ کرتے ہیں جب کہ کافر شیطان کی خاطر جنگ کرتے ہیں:

الَّذِينَ آمَنُواْ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُواْ أَوْلِيَاء الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفاً [۲۱]

[جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جنھوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، تو تم شیطان کے حامیوں سے لڑو، شیطان کی چال تو بالکل بودی ہوتی ہے۔]

برصغیر کے نامور مفکر سید ابوالاعلیٰ مودودی حق وباطل جنگ کی حد بندی کے سلسلے میں اپنی معرکۃ الآرا کتاب الجہاد فی الاسلام میں رقم طراز ہیں:

''یہ ایک قولِ فیصل ہے جس میں حق وباطل کے درمیان پوری حد بندی کر دی گئی ہے۔ جو لوگ ظلم وسرکشی کی راہ سے جنگ کریں وہ شیطان کے دوست ہیں جو ظلم نہیں بلکہ ظلم کو مٹانے کے لیے جنگ کریں وہ راہِ خدا کے مجاہد ہیں ہر وہ جنگ جس کا مقصد حق وانصاف کے خلاف بندگانِ خدا کو تکلیف دینا ہو، جس کا مقصد حق داروں کو بے حق کرنا اور انھیں ان کی

جائز ملکیتوں سے بے دخل کرنا ہو، جس کا مقصد اللہ کا نام لینے والے کو بے قصور ستانا ہو، وہ سبیل طاغوت کی جنگ ہے، اسے خدا سے کچھ واسطہ نہیں، ایسی جنگ کرنا ایمان داروں کا کام نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ ایسے ظالموں کے مقابلہ میں مظلوموں کی حمایت و مدافعت کرتے ہیں جو دنیا سے ظلم وطغیان کو مٹا کر عدل وانصاف قائم کرنا چاہتے ہیں جو سرکشوں اور فسادیوں کی جڑ کاٹ کر بندگانِ خدا کو امن واطمینان سے زندگی بسر کرنے اور انسانیت کے اعلیٰ نصب العین کی طرف ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ انکی جنگ راہِ خدا کی جنگ ہے، وہ مظلوموں کی کیا مدد کرتے ہیں اور اللہ کی نصرت کا وعدہ انہیں کیلئے ہے"۔ ۲۲

جنگ وجدال اور تلوار کا اسلام میں استعمال کن وجوہات واسباب کی وجہ سے ہوا ہے سر سید احمد خاں لکھتے ہیں:

"جس اصول پر کہ حضرت موسیٰ نے کافروں پر تلوار کھینچی تھی کہ تمام کافروں اور بت پرستوں کو بغیر کسی استثناء کے قتل وغارت ونیست ونابود کردیں، اس اصول پر مذہب اسلام نے کبھی تلوار کو میان سے نہیں نکالا۔ اس نے کبھی تمام کافروں اور بت پرستوں کو نیست ونابود کرنے یا کسی کو تلوار کی دھار سے مجبور کر کے اسلام قبولوانے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہاں بلاشبہ اسلام نے بھی تلوار کو نکالا مگر دوسرے مقصد سے یعنی خدا پرستوں کو امن اور ان کی جان ومال کی حفاظت اور ان کو خدا پرستی کا موقع ملنے اور یہ ایک ایسا منصفانہ اصول ہے جس پر کوئی شخص کسی قسم کا الزام نہیں لگا سکتا"۔

(۱۶) میدان جنگ میں موت سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ کیوں کہ:

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۲۴

[اور موت تم کو پالے گی تم جہاں کہیں بھی ہوگے، اگرچہ مضبوط قلعوں کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔]

(۱۷) اگر دشمن صلح وامن کی بات کریں تو ان سے اس پر بات کر کے صلح وامن قائم کرنا چاہیے:

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۲۵

[اور اگر وہ مصالحت کے لیے جھکیں تو تم بھی اس کے لیے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو، بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔]

(۱۸) اگر دشمن کی طرف سے خیانت کر کے معاہدہ توڑنے کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کو ان نوٹس دے کر معاہدہ ختم کرنا چاہیے:

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۲۶

[اگر تمہیں کسی قوم سے بد عہدی کا خطرہ ہو تو تم بھی اسی طرح ان کا عہد ان پر پھینک دو، بیشک اللہ بد عہدوں کو پسند نہیں کرتا۔]

(۱۹) اگر کوئی غیر مسلم امن پیش کرتے ہوئے اپنے اسلام کا اعلان کرے تو یہ کہہ کر اس پر حملہ آور نہ ہونا چاہیے کہ تو مومن نہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلاَمَ لَسْتَ مُؤْمِناً تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُواْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيراً ۲۷

[اے ایمان والو، جب تم خدا کی راہ میں نکلا کرو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس کو دنیوی زندگی کی خاطر یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے، اللہ کے پاس بہت سامان غنیمت ہے، تمہارا حال بھی پہلے ایسا ہی رہ چکا ہے، سو اللہ نے تم پر فضل فرمایا تو تحقیق کر لیا کرو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔]

(۲۰) دشمن سے بھی عہد کی پاس داری کرنا چاہیے:

وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً ۲۸

[اور عہد کو پورا کرو کیوں کہ عہد کی پرسش ہوتی ہے۔]

بَرَاءةٌ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ○فَسِيحُواْ فِي الأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُواْ أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّهِ وَأَنَّ اللّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۲۹

[ان مشرکین سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان براءت ہے جس سے تم نے معاہدے کیے تھے سو اب ملک میں چار ماہ چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کے قابو سے باہر نہیں جا سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کر کے رہے گا۔]

ہم نے آخر کی ان آیتوں کی تشریح نہیں کی ہے کیوں کہ وہ ترجمہ سے ہی اتنی واضح ہیں کہ ان کو کسی مزید تشریح کی اس مختصر درس میں ضرورت نہیں، اس بیان میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن اس میں جنگ و امن سے متعلق قرآن کے اہم اصولوں پر روشنی پڑ گئی ہے۔ اسلام کا پیغام امن و سلامتی کا پیغام ہے اور اس کی قرآنی تعلیمات سے کوئی بھی انسان بے نیاز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی ضرورت سے مستغنی ہو سکتا ہے۔ مصری عالم سید قطب شہید لکھتے ہیں:

''یہ ہے ان اسلامی جنگوں کی داستان، جن کا محرک اسلام کا جذبہ تھا کہ انسانیت صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول میں پر امن ذرائع سے کام نہ چلے تو مجبوراً اسلام

قوت کا استعمال کرتا ہے اسلام کی یہ جنگیں کسی فوجی قائد کی خود غرضی اور ہوس ملک گیری کی پیداوار نہیں تھیں۔ نہ ان کے پیچھے دوسروں کو غلام بنانے کا جذبہ کارفرما تھا بلکہ یہ جنگیں محض خدا کے لیے لڑی گئیں تھیں ان کا اصل مقصود رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ تھا۔ مگر بات صرف جذبے پر ہی ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اسلام سے ان جنگوں کے لیے باقاعدہ اصول وقوانین بھی مقرر کیے"۔[۳۰]

جنگ وجہاد کے بارے میں بڑی عام غلط فہمی یہ ہے کہ مسلمانوں کی قومی جنگ ہے۔ قومی جنگ یعنی جنگ جو کوئی قوم اپنی طاقت بڑھانے کیلئے اور دیگر مقاصد کے حصول کیلئے لڑتی ہے۔ اسلام ایسی جنگ کو کرہ ارضی کا سب سے بڑا فساد قرار دیتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کی ہر جنگ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوسکتی۔ قرآن وسنت نے جن جنگ وجہاد کو متعین مقاصد کیلئے متعین کیے ہیں بس وہی ہے۔ اسکے علاوہ ساری فساد فی الارض کے زمرے میں آتی ہیں۔ ان مقاصد حسنہ اور قوانینِ مبارکہ کے خلاف جو بھی جنگ ہوگی قرآن اور اسلام کی نظر میں وہ فساد ہی ہوگی۔

☆☆☆

حوالے وحواشی:

۱ الحج:۳۹۔۴۰
۲ آل عمران:۱۵۹
۳ آل عمران:۱۵۹
۴ آل عمران:۱۹۰
۵ التوبہ:۲۵
۶ الانفال:۴۷
۷ آل عمران:۱۴۶
۸ الانفال:۱۵۔۱۶
۹ آل عمران:۱۵۷
۱۰ الانفال:۴۵
۱۱ الانفال:۴۶
۱۲ الانفال:۶۵
۱۳ البقرہ:۱۹۰
۱۴ النساء:۷۴
۱۵ التوبہ:۱۱۱
۱۶ الانفال:۶۷۔۶۸
۱۷ محمد:۴
۱۸ النساء:۷۵
۱۹ سید قطب شہید، امنِ عالم، ص:۲۱۳۔۲۱۴، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، باراول، ۱۹۸۰ء، ۲۰۰۰ء
۲۰ یحییٰ نعمانی، الجہاد، ص:۳۰، ناشر المعہد العالی للدراسات الاسلامیہ لکھنؤ، اشاعت ۲۰۰۹ء
۲۱ النساء:۷۶
۲۲ سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ص:۴۱
۲۳ سرسید احمد خاں، سرسید اکیڈمی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۳ء
۲۴ النساء:۷۸
۲۵ الانفال:۶۱
۲۶ الانفال:۵۸
۲۷ النساء:۹۴
۲۸ بنی اسرائیل:۳۴
۲۹ التوبہ:۱۔۲
۳۰ سید قطب شہید، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص:۹۰، فرید بک ڈپو، پرائیویٹ لمیٹڈ، دہلی

مولانا نور محمد ثاقب*

علم اُصول حدیث میں علماء احناف کی تالیفی و تصنیفی خدمات

(قسط ۱۱)

مقالہ نگار مولانا نور محمد ثاقب دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند اور جید فضلا میں سے ہیں' خداداد صلاحیتوں کی بناء پر امارت اسلامیہ افغانستان کے چیف جسٹس کے منصب پر فائز رہے' طالبان دورِ حکومت میں علامہ اقبال کے فرزند جناب جسٹس جاوید اقبال صاحب افغانستان کے دورہ پر گئے ان سے ملاقاتیں رہیں' وہاں کے نظام عدالت اور فقہ حنفی کی گہرائی اور جامعیت پر بحث وتمحیص اوران کی کارکردگی سے اتنے متاثر ہوئے کہ کابل سے واپسی پر ناچیز سے ملنے میری رہائش گاہ تشریف لائے۔ میری خواہش پر انہوں نے دارالعلوم کے وسیع ہال ایوان شریعت میں اپنا تاثراتی خطاب فرمایا اور جناب ثاقب صاحب کا زبردست انداز میں ذکر کیا۔ خطاب اس وقت الحق میں چھپ چکا تھا بعد میں انہوں نے اپنے سفرنامہ میں بھی ان کا ذکر کیا۔ امید ہے ان کا تحقیقی مضمون علمی حلقوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ { مولانا سمیع الحق }

اُصولِ حدیث کے سلسلۂ مضامین کی پچھلی قسطوں میں علمِ اُصول الحدیث ، علوم الحدیث ، علمِ مصطلح الحدیث اور علمِ درایۃ الحدیث میں ہمارے علماء احناف کے پانچ سو (۵۰۰) کتابوں کا تذکرہ کیا تھا۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ اِس سلسلۂ مضامین کی جتنی کتابوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے اِن میں سے اکثر کتابیں بفضلہٖ تعالیٰ بندہ راقم الحروف کے پاس موجود ہیں البتہ جو کتابیں ابھی تک ہاتھ نہیں آئیں اُن کی موجودگی کے ٹھوس اور معتبر حوالہ جات اور مآخذ موجود ہیں البتہ طوالت سے بچنے کیلئے ہم نے اُن حوالہ جات اور مآخذ کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا علم اصول حدیث میں حضرات علماء احناف کی دیگر کتابیں (اُن کے مصنفین کی تواریخ وفات کی ترتیب پر) حسب ذیل ہیں:

۵۰۱. "کتاب الردِّ علیٰ مالک بن أنس" تالیف أوّل قاضی القضاۃ فی الاسلام حافظ الحدیث المجتھد المطلق الامام العظیم أبی یوسف یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن خُنیس بن سعد بن حبتۃ البَجلی الأنصاری ، أجلّ أصحاب الامام الأعظم أبی حنیفۃ رحمھما اللّٰہ ، المولود فی الکوفۃ سنۃ

---

* سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف افغانستان' وسابق رئیس دارالافتاء المرکزیہ افغانستان

۱۱۳ھ ، المتوفّٰی ببغداد یوم الخمیس أوّل وقت الظّھرفی الخامس من ربیع الأوّل وقیل ربیع الثّانی سنة ۱۸۲ھ

۵۰۲. " تصحیح الآثار " (وھوکتاب کبیر) تالیف الشّیخ الحافظ المحدّث الفقیه المتکلّم أبی عبدالله محمّد بن شجاع الثّلجی البغدادی الحنفی ، فقیه أھل العراق فی وقته والمقدّم فی الفقه والحدیث وقراء ة القرآن مع ورعٍ وّعبادة ، وھوالّذی فتّق فقة أبی حنیفة واحتجّ له وأظھرعِلّله وقوّاه بالحدیث وحَلاه فی الصّدور ، المولود فی رمضان سنة ۱۸۱ھ ، المتوفّٰی فجاءةً وھوساجدٌ فی صلٰوة العصریوم الثّلثاء لِعشرلیالٍ وقیل لِأربع لیالٍ خلون من ذی الحجّة سنة ۲۶۲ھ

۵۰۳. " کتاب الردّ علی الشّافعی" تالیف الامام القاضی بکّار بن قُتَیبة بن أسد بن أبی بردعة بن عبدالله بن بشیربن عبیدالله بن نُفَیع بن الحارث الثّقفی البکّراوی البصری الحنفی ، نزیل القاھرة ، المولود بالبصرة سنة ۱۸۲ھ ، المتوفّٰی بمصرفی ذی الحجّة سنة ۲۷۰ھ

(قال عمررضاکحّاله فی کتابه "معجم المؤلّفین" : و (ھو) کتاب رَدّ فیه علی الشّافعی فیمارَدّ علٰی أبی حنیفة)

۵۰۴. " زوائد أبی یعلی الموصلی علی الکتب السّتّة " تالیف الشّیخ الامام الحافظ الثّقة محدّث الجزیرة أبی یعلٰی أحمد بن علیّ بن المثنّی بن یحیی بن عیسی بن ھلال التّمیمی الموصلی الحنفی ، المولود فی الثّالث من شوّال سنة ۲۱۰ھ وقیل سنة ۲۲۰ھ ، المتوفّٰی سنة ۳۰۷ھ

۵۰۵. " الانتصاروالترجیح للمذھب الصّحیح " تالیف الشّیخ الحافظ المحدّث الفقیه المؤرّخ شمس الدّین أبی المظفّریوسف بن قِزَاوَغْلی بن عبدالله التّرکی ثمّ البغدادی ، نزیل دمشق ، الحنفی ، المعروف بِسِبْطِ ابن الجوزی ، المولود سنة ۵۸۱ھ، المتوفّٰی بدمشق لیلة الثّلثاء الحادی والعشرین من ذی الحجّة سنة ۶۵۴ھ

(یہ کتاب پہلی بار مصراور پھر کراچی، پاکستان میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۰۶. " الکافی شرح أصول البزْدَوِی " (مبحث السُّنّة منه) تالیف الشّیخ الفقیه الأصولی المتکلّم حسام الدّین حسین بن علیّ بن حجّاج بن علیّ السِّغْناقی الحنفی ، المتوفّٰی بِحَلَب فی رجب سنة ۷۱۴ھ وقیل سنة ۷۱۱ھ وقیل سنة ۷۱۰ھ

(یہ کتاب "مکتبۃ الرُّشد" ریاض، سعودی عرب سے پانچ جلدوں میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۰۷. "ترتیب" معجم الطّبرانی الکبیر" تالیف الشّیخ المحدّث الفقیه الأصولی الأمیرالکبیرعلاء

الدّین أبی الحسن علیّ بن بَلْبَان بن عبداللّٰہ الفارسی المصری الحنفی ، المولود سنة ٦٧٥ھ ، المتوفّٰی بِمنزلہٖ علٰی شاطئ نیل مصر فی السّابع من شوّال سنة ٧٣٩ھ

(امام طبرانی نے معجم کبیر میں صحابۂ کرام کا تذکرہ پچیس ہزار (٢٥٠٠٠) احادیث کے ضمن میں حروفِ تہجی کی ترتیب پر کیا ہے، مولف علی بن بَلْبان نے امام طبرانی کے معجم کبیر کو ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر بہت اچھی طرح مرتب کیا ہے۔)

٥٠٨. " الاِحسان فی تقریب صحیح ابن حبّان " (فی تسع مجلّدات) تالیف الشّیخ المحدّث الفقیه الأصولی الأمیرالکبیرعلاء الدّین أبی الحسن علیّ بن بَلْبَان بن عبداللّٰہ الفارسی المصری الحنفی ، المولود سنة ٦٧٥ھ ، المتوفّٰی بِمنزلہٖ علٰی شاطئ نیل مصر فی السّابع من شوّال سنة ٧٣٩ھ

(مولف نے صحیح ابن حبان کو نو (٩) جلدوں میں ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر بہت اچھی طرح مرتب کیا ہے۔)

٥٠٩. " رجال أبی حنیفة " تالیف الشّیخ الامام المحدّث الأصولی جمال الدّین أبی محمّد عبداللّٰہ بن یوسف بن محمّد الزّیلَعی الحنفی ، المتوفّٰی فی المحرّم سنة ٧٦٢ھ

(یہ کتاب "دارالکتب الوطنیۃ" قاہرہ مصر میں مخطوطہ کی شکل میں موجود تھی، شاید کہ طبع ہو کر شائع ہوئی ہو۔)

٥١٠. " الاِنابة الٰی معرفة المُختَلَفِ فیهم من الصّحابة " (فی المجلّدین) تالیف الامام العلّامة الحافظ علاء الدّین أبی عبداللّٰہ مُغْلَطای بن قِلیج بن عبداللّٰہ البَکْجَرِی المصری الحنفی ، المولود سنة ٦٨٩ھ ، المتوفّٰی فی شعبان سنة ٧٦٢ھ

(یہ کتاب دو جلدوں اور نو (٩) اجزاء میں "مکتبۃ الرّشد" ریاض، سعودی عرب سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے)

٥١١. " العنایة بِمعرفة أحادیث الهدایة " تالیف الشّیخ الامام العلّامة محیّ الدّین أبی محمّد عبدالقادر بن محمّد بن محمّد بن نصراللّٰہ بن سالم القرشی المصری الحنفی ، المولود سنة ٦٩٦ھ ، المتوفّٰی فی السّابع من ربیع الأوّل سنة ٧٧٥ھ

٥١٢. " تهذیب الأسماء " تالیف الشّیخ الامام العلّامة محیّ الدّین أبی محمّد عبدالقادر بن محمّد بن نصراللّٰہ بن سالم القرشی المصری الحنفی ، المولود سنة ٦٩٦ھ ، المتوفّٰی فی السّابع من ربیع الأوّل سنة ٧٧٥ھ

٥١٣. " زوائد رجال " سنن الدّارقطنی " علٰی رجال الکتب السّتّة " تالیف الامام المحدّث الحافظ زین الدّین أبی العدل قاسم بن قُطْلوبُغا الجَمالی المصری الحنفی، المولود بِالقاهرة فی المحرّم سنة ٨٠٢ھ ، المتوفّٰی لیلة الخمیس ، الرّابع من ربیع الأوّل سنة ٨٧٩ھ

٥١٤. " أمالی مسانید أبی حنیفة " (فی مجلّدین) تالیف الامام المحدّث الحافظ زین الدّین أبی

العدل قاسم بن قُطلوبُغا الجَمالی المصری الحنفی، المولود بِالقاهرة فی المحرّم سنة ۸۰۲ھ ، المتوفّی لیلة الخمیس ، الرّابع من ربیع الأوّل سنة ۸۷۹ھ

(الأمالی جمع اِملاء وهومن وظائف العلماء قدیمًا ، خصوصًاالحفّاظ من أصحاب الحدیث فی یوم من أیّام الأسبوع یوم الثّلثاء أویوم الجمعة وهوالمستحبّ کمایستحبّ أن یکون فی المسجد لِشرفهما ، وطریقهم فیه أن یکتب المستملی فی أوّل القائمة : هذا مجلس أملاه شیخنا فلان بجامع کذا فی یوم کذا ، ویذکرالتّاریخ ، ثمّ یورد المملی بِأسانیدہٖ أحادیث و آثارًا ثمّ یُفَسّر غریبَها ویورد من الفوائد المتعلّقة بها....)

۵۱۵. " مُنیة الألمعی فیما فات الزّیلعی " تالیف الامام المحدّث الحافظ زین الدّین أبی العدل قاسم بن قُطلوبُغا الجَمالی المصری الحنفی، المولود بِالقاهرة فی المحرّم سنة ۸۰۲ھ ، المتوفّی لیلة الخمیس ، الرّابع من ربیع الأوّل سنة ۸۷۹ھ

(یہ کتاب علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری کے مقدمہ اور تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے اوراس کے آخر میں الدرایة لِابن حجر کے نصفِ ثانی پر مولف حافظ قاسم بن قُطلوبغا کی تعلیقات اور تعقبات بھی ہیں۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ مصر میں اور پھر کراچی، پاکستان میں طبع ہوچکی ہے۔)

۵۱۶. " نهایة الطّلب والمراد فی العشرة أحادیث العشاریّة الاسناد " تالیف الشّیخ العلّامة مسند الشّام فی عصرہٖ شمس الدّین أبی عبداللّٰه محمّد بن محمّد بن علی بن طُولون الدّمشقی الصّالحی الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ،المتوفّی بها فی الحادی عشرمن جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

۵۱۷. " غایة الأمنیّة فی الأحادیث العشرة العشاریّة " تالیف الشّیخ العلّامة مسند الشّام فی عصرہٖ شمس الدّین أبی عبداللّٰه محمّد بن محمّد بن علی بن طُولون الدّمشقی الصّالحی الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ،المتوفّی بها فی الحادی عشرمن جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

(مولف رحمہ اللہ نے اِس کتاب کو اپنی مذکورہ بالا کتاب سے ملخص کیا ہے۔)

۵۱۸. " الأربعون الأحد عشریّة الاسناد بِالاجازة " تالیف الشّیخ العلّامة مسند الشّام فی عصرہٖ شمس الدّین أبی عبداللّٰه محمّد بن محمّد بن علی بن طُولون الدّمشقی الصّالحی الحنفی ، المولود بِصالحیّة دمشق سنة ۸۸۰ھ، المتوفّی بها فی الحادی عشرمن جمادی الأولٰی سنة ۹۵۳ھ

۵۱۹. " الأربعون الاثناعشریّة الاسناد بِالسّماع المتّصل" تالیف الشّیخ العلّامة مسند الشّام فی عصرہٖ شمس الدّین أبی عبداللّٰه محمّد بن محمّد بن علی بن طُولون الدّمشقی الصّالحی الحنفی،

المولود بِصالحيّة دمشق سنة ٨٨٠ھ، المتوفّٰی بها فی الحادی عشرمن جمادی الأولٰی سنة ٩٥٣ھ

٥٢٠. " فتح العليم فی المُسَلْسَلات بِحرف الميم " تاليف الشّيخ العلّامة مسند الشّام فی عصرهٖ شمس الدّين أبی عبدالله محمّد بن محمّد بن علی بن طُولون الدّمشقی الصّالحی الحنفی، المولود بِصالحيّة دمشق سنة ٨٨٠ھ، المتوفّٰی بها فی الحادی عشرمن جمادی الأولٰی سنة ٩٥٣ھ

٥٢١. " ثَبتُ المَرْوِيّات وأسماء الشّيوخ " لِلشّيخ عبدالحق بن سيف الدّين بن سعدالله المحدّث الدّهلوی الحنفی، المتخلّص بِحقی،المولود فی المحرّم سنة ٩٥٨ھ، المتوفّٰی فی الثّالث والعشرين من ربيع الأوّل سنة ١٠٥٢ھ

٥٢٢. " أعلام الأعيان " تاليف الشّيخ الفاضل الفقيه المؤرّخ أحمد بن مصطفی بن محمّد بن مصطفٰی قره خوجه التّونسی الحنفی، المولود بِتونس فی جمادی الثّانية سنة ١٠٧٤ھ، المتوفّٰی فی ذی القعدة سنة ١١٣٨ھ

٥٢٣. " روض الأنام فی بيان الاجازة فی المنام " تاليف الشّيخ العارف بِالله عبدالغنی بن اسمٰعيل بن عبدالغنی بن اسمٰعيل بن أحمد بن ابراهيم النّابلسی الدّمشقی الحنفی النّقشبندی القادری، المولود بِدمشق فی الخامس من ذی الحجّة سنة ١٠٥٠ھ، المتوفّٰی بها فی الرّابع والعشرين من شعبان سنة ١١٤٣ھ

٥٢٤. " ثَبتُ المَرْوِيّات وأسماء الشّيوخ " لِلشّيخ الفاضل صالح بن ابراهيم بن سليمان بن محمّد بن عبدالعزيز الجينينی الدّمشقی الحنفی، المولود بِدمشق سنة ١٠٩٤ھ، المتوفّٰی سنة ١١٧٠ھ

٥٢٥. " الانتباه فی سلاسل أولياء الله وأسانيد وارثی رُسُل الله " تاليف الشّيخ الامام الشّاه ولیّ الله أحمد بن عبدالرّحيم بن وجيه الدّين المحدّث الدّهلوی الحنفی، المولود يوم الأربعاء، الرّابع عشرمن شوّال سنة ١١١٤ھ، المتوفّٰی بِمدينة دهلی يوم السّبت سلخ شهرالله المحرّم سنة ١١٧٦ھ

(یہ کتاب طبع شدہ ہے۔)

٥٢٦. " انسان العَيْن فی مشائخ الحَرَمَين " تاليف الشّيخ الامام الشّاه ولیّ الله أحمد بن عبدالرّحيم بن وجيه الدّين المحدّث الدّهلوی الحنفی، المولود يوم الأربعاء، الرّابع عشرمن شوّال سنة ١١١٤ھ، المتوفّٰی بِمدينة دهلی يوم السّبت سلخ شهرالله المحرّم سنة ١١٧٦ھ

٥٢٧. " غاية الابتهاج لِمقتفی أسانيد كتاب مسلم بن الحجاج " تاليف الامام الحافظ المحدّث الفقيه اللّغوی أبی الفيض السيّد محمّد مرتضی الحَسَنی الزّبيدی اليَمَنی ثمّ المصری، الحنفی،

المولود بِالهند فی بلدة بِلجَرام سنة ۱۱۴۵ھ ، المتوفی بِمصر سنة ۱۲۰۵ھ

(یہ کتاب "مکتبۂ احمد تیمور پاشا" مصر میں مخطوطہ کی شکل میں موجود تھی، شاید کہ طبع ہو کر شائع ہوئی ہو۔)

۵۲۸. " مایجب حفظهٗ لِلنّاظر " تالیف الشّیخ العلّامة الشّاہ عبدالعزیز بن الشّاہ ولیّ اللّٰہ أحمد بن عبدالرّحیم بن وجیه الدّین المحدّث الدّھلوی الحنفی ، المولود بِدھلی لیلة الخمیس ، الخامس والعشرین من رمضان سنة ۱۱۵۹ھ ، المتوفی یوم الأحد بعد صلٰوة الفجر لِسبعٍ خلون من شوّال سنة ۱۲۳۹ھ

(یہ ایک نہایت مفید اور مختصر کتاب ہے، اِس میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے صحت وقوت کے اعتبار سے کتبِ حدیث کے طبقات ومراتب بیان فرمائے ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید مولانا محمد عاقل نے لکھا ہے کہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ درسِ بخاری میں اِس رسالہ کی اہمیت بیان فرمایا کرتے تھے اور فرماتے کہ واقعی یہ رسالہ قابلِ حفظ ہے شاہ صاحب نے اِس کا نام "مایجب حفظه للناظر" صحیح رکھا ہے، اور پھر حضرت شاہ صاحب نے اِس رسالہ میں جو طبقاتِ کتب بیان فرمائے ہیں ان سب کو بیان فرمایا کرتے تھے، نیز شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے اِس رسالہ سے اُن طبقاتِ کتب کو "لامع الدراری" کے مقدمہ میں بھی ذکر فرمایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اِس رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ طبقاتِ کتبِ حدیث پانچ ہیں...الخ

تنبیہ: جاننا چاہئے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ " عجالہ نافعہ" میں طبقاتِ کتبِ حدیث چار ذکر فرمائے ہیں، اور مایجب حفظہ للناظر میں پانچ طبقے شمار کرائے ہیں...، سو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عجالہ میں جو تقسیم کی گئی وہ صحت وشہرت دونوں کے اعتبار سے ہے اور مایجب حفظہ میں صرف صحت وضعف کے لحاظ سے ہے، اس لئے اس میں ایک قسم بڑھ گئی۔)

۵۲۹. " اتحاف الاِخوان بِأسانید مولانافضل الرّحمٰن " لِلشّیخ المحدّث المسند المُعَمّر العارف بِاللّٰہ مولانا فضل الرّحمٰن الگنج مرادآبادی الصّدیقی الحنفی ابن الشّیخ أھل اللّٰہ بن محمّد فیّاض بن برکة اللّٰہ بن عبدالقادر بن سعد اللّٰہ بن نوراللّٰہ المعروف بِنورمحمّد بن عبد اللّطیف بن عبد الرّحیم بن محمّد ، المولود سنة ۱۲۰۸ھ ، المتوفی بِمراد آباد لِثمانٍ بقین من ربیع الأوّل سنة ۱۳۱۳ھ

(یہ کتاب حضرت شیخ گنج مرادآبادی کے تلمیذ ابوالخیر احمد بن عثمان العطار الھندی ثم المکی کی جمع کردہ ہے، اور یہ کتاب طبع شدہ ہے۔)

۵۳۰. " السّبعَة السّیارة " لِبْ الشّیخ العلّامة حکیم الأمّة مولانامحمّد أشرف علیّ بن عبد الحق التّھانوی الحنفی ، المولود بِتھانه بھون فی الخامس من ربیع الثّانی سنة ۱۲۸۰ھ ، المتوفی بھا فی

ليلة السّادس عشر من رجب سنة ١٣٦٢ھ (یہ کتاب طبع شدہ ہے۔)

۵۳۱. " المنتقى المُفيد من العِقْد الفَريد فى علوِّ الأسانيد " تاليف الامام العلّامة المحقّق المحدّث الفقيه الأصولى المتكلّم الشّيخ محمّد زاهد بن الحسن الكوثرى الحنفى ، وكيل المشيخة العثمانيّة سابقًا ، المولود سنة ١٢٩٦ھ ، المتوفّى فى التّاسع عشر من ذى القعدة سنة ١٣٧١ھ

(یہ کتاب شیخ علامہ احمد بن سلیمان الأرْوادی ثم الطرابلسی ،الحنفی کی کتاب " العِقْد الفَريد فى معرفة الأسانيد " (جو کہ اُصولِ حدیث کے اِس سلسلۂ تالیفات میں شمارہ نمبر ۴۳۱ پر گزر چکا ہے) کی تلخیص اور اختصار ہے، اور یہ کتاب طبع شدہ ہے۔)

۵۳۲. " أقوم المسالک فى رواية مالک عن أبى حنيفة وأبى حنيفة عن مالک " تاليف الامام العلّامة المحقّق المحدّث الفقيه الأصولى المتكلّم الشّيخ محمّد زاهد بن الحسن الكوثرى الحنفى ، وكيل المشيخة العثمانيّة سابقًا ، المولود سنة ١٢٩٦ھ ، المتوفّى فى التّاسع عشر من ذى القعدة سنة ١٣٧١ھ

(یہ کتاب مولف رحمہ اللہ کی دوسری کتاب " إحقاق الحق بإبطال الباطل فى مغيث الخلق " کے آخر میں پہلی بار ۱۳۶۰ھ میں مصر میں اور پھر ۱۴۰۸ھ میں " ایچ۔ایم سعید کمپنی " کراچی سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔)

۵۳۳. " سِيَرُ أئمّة الأحناف " تاليف الامام العلّامة المحقّق المحدّث الفقيه الأصولى المتكلّم الشّيخ محمّد زاهد بن الحسن الكوثرى الحنفى ، وكيل المشيخة العثمانيّة سابقًا ، المولود سنة ١٢٩٦ھ ، المتوفّى فى التّاسع عشر من ذى القعدة سنة ١٣٧١ھ

(یہ کتاب پانچ کتابوں کا مجموعہ ہے : (۱) الإمتاع بسيرة الإمامين الحسن بن زياد وصاحبه محمّد بن شجاع (۲) حُسْن التّقاضى فى سيرة الإمام أبى يوسف القاضى (۳) بلوغ الأمانى فى سيرة الإمام محمّد بن الحسن الشّيبانى (۴) لمحات النّظر فى سيرة الإمام زُفَر (۵) الحاوى فى سيرة الإمام أبى جعفر الطّحاوى یہ پہلی بار مصر میں اور پھر " ایچ۔ایم سعید کمپنی " کراچی سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔)

۵۳۴. " العقب الحثيث لِما يَنفِيه ابن تيميّة من الحديث " تاليف الامام العلّامة المحقّق المحدّث الفقيه الأصولى المتكلّم الشّيخ محمّد زاهد بن الحسن الكوثرى الحنفى، وكيل المشيخة العثمانيّة سابقًا ، المولود سنة ١٢٩٦ھ ، المتوفّى فى التّاسع عشر من ذى القعدة سنة ١٣٧١ھ

(یہ کتاب مخطوط کی شکل میں موجود تھی، شاید کہ طبع ہو کر شائع ہوئی ہو۔)

۵۳۵. " كتابتِ حديث عهد رسالت وعهد صحابه ميں " تاليف الشّيخ الفاضل مولانا مفتى

محمّد رفیع العثمانی الحنفی ابن الشّیخ المحدّث الفقیه مولانا مفتی محمّد شفیع الدّیوبندی العثمانی الحنفی ، رئیس الجامعة دارالعلوم کراتشی ، فَرَغَ من تالیفہٖ فی السّابع والعشرین من ذی القعدة سنة ۱۳۹۹ھ (یہ کتاب ''ادارۃ المعارف'' کراچی سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۳۶. '' حفاظت وحُجیّت حدیث '' تالیف الشّیخ الفاضل مولانا محمّد محترم فهیم العثمانی الحنفی ابن مولانا محمّد مسلم العثمانی الحنفی ، المتوفّٰی فی جمادی الأولٰی سنة ۱۴۰۵ھ

۵۳۷. ''مقدّمة '' الفیض السّمائی علٰی سنن النّسائی '' تالیف الشّیخ مولانا محمّد عاقل السّهارنفوری الحنفی ، صدرالمدرّسین بالجامعة مظاهرالعلوم سهارنفور، الهند، فَرَغَ من تالیفہٖ فی السّادس عشرمن رمضان سنة ۱۴۰۵ھ (یہ کتاب ''مکتبۃ الشیخ'' بہادرآباد کراچی سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے)

۵۳۸. '' مقدّمة الدّرالمنضود علٰی سُنَن أبی داؤد '' تالیف الشّیخ مولانا محمّد عاقل السّهارنفوری الحنفی ، صدرالمدرّسین بالجامعة مظاهرالعلوم سهارنفور، الهند، فَرَغَ من تالیفہٖ یوم الجمعة، الخامس من شعبان سنة ۱۴۱۳ھ (یہ کتاب ''مکتبۃ الشیخ'' بہادرآباد کراچی سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے)

۵۳۹. '' مقدّمة '' کشف الباری عمّا فی صحیح البخاری '' تالیف الشّیخ المحدّث الکبیرمولانا سلیم اللّٰہ خان،حسن فورلوهاری،مدیریّة مظفرنگر، یو- پی(الهند)مَوْلِدًا ، نزیل کراتشی ، باکستان ، الحنفی ، رئیس وفاق المدارس العربیة ، باکستان ورئیس الجامعة الفاروقیّة ، کراتشی ، فَرَغَ من تالیفہٖ سنة ۱۴۱۶ھ (یہ کتاب ''مکتبہ فاروقیہ'' کراچی سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۴۰. '' التّحقیق والتّعلیق علٰی '' توجیه النّظرالٰی أصول الأثر لِلشّیخ طاهرالجزائری '' تالیف العلّامة المحدّث الفقیه الأصولی الأدیب المسند الشّیخ عبدالفتّاح أبی غُدّة الحَلَبی الحنفی ابن محمّد بن بشیر بن حسن ، المولود بِحَلَب فی السّابع عشرمن رجب سنة ۱۳۳۶ھ ، المتوفّٰی بِالرّیاض قُبیل فجریوم الأحد ، التّاسع من شوّال سنة ۱۴۱۷ھ ، دفین المدینة المنوّرة

(یہ کتاب ''مکتب المطبوعات الاسلامیۃ'' حَلَب ،شام سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۴۱. '' التّحقیق والتّعلیق علٰی مقدّمة التّمهید لِابن عبدالبر'' تالیف العلّامة المحدّث الفقیه الأصولی الأدیب المسند الشّیخ عبدالفتّاح أبی غُدّة الحَلَبی الحنفی ابن محمّد بن بشیربن حسن ، المولود بِحَلَب فی السّابع عشرمن رجب سنة ۱۳۳۶ھ ، المتوفّٰی بِالرّیاض قُبیل فجریوم الأحد، التّاسع من شوّال سنة ۱۴۱۷ھ ، دفین المدینة المنوّرة (یہ کتاب ''مکتب المطبوعات الاسلامیۃ'' حَلَب ،

شام اور" دارالبشائرالاسلامیۃ" بیروت، لبنان سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۴۲. " مقدّمة " كتاب الآثار لِلامام محمّد " تاليف الشّيخ المحدّث الفقيه العلّامة مولانا عبدالرّشيد النّعماني الحنفي، المولود سنة ۱۳۳۳ھ ، المتوفّى في التّاسع والعشرين من ربيع الثّاني سنة ۱۴۲۰ھ (یہ کتاب" الرحیم اکیڈمی" کراچی سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۴۳. " مقدّمة " كتاب الآثار لِلامام محمّد " تاليف الشّيخ الدّكتور مولانا محمّد عبدالحليم بن عبدالرّحيم النّعماني الحنفي ، رئيس قسم التّخصّص في الحديث بِجامعة العلوم الاسلاميّة علّامه بنوري تأون كراتشي ، فَرَغَ من تاليف هذه المقدّمة في الرّابع من صفرسنة ۱۴۲۱ھ

(یہ مقدمہ دوحصوں پر مشتمل ہے،اور " روضة الأزهار شرح اُردو كتاب الآثار لِمولانامحمّد حسين صديقي" کی جلددوم کی ابتداء میں درج ہے۔" زمزم پبلشرز" کراچی سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۴۴. " فتنة انكارحديث " تاليف الشّيخ المحدّث الجليل مولانا محمّد عاشق اِلٰهي بلندشهري البرني المظاهري الحنفي المهاجرالمدني ، المتوفّى سنة ۱۴۲۲ھ

(یہ کتاب" مطبعۃ المیزان" لاہور سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۴۵. " فتنة انكارحديث " تاليف الشّيخ المحدّث الفقيه مولانا مفتي رشيدأحمد اللّدهيانوي الحنفي ، المولود يوم الثّلثاء ، الثّالث من صفرالمظفّر سنة ۱۳۴۱ھ ، المتوفّى في السّادس من ذي الحجّة سنة ۱۴۲۲ھ (یہ کتاب مولف کے" احسن الفتاویٰ" جلداوّل میں بھی درج ہے۔)

۵۴۶. " امام اعظم ابوحنيفه كا مُحدِّثانه مقام " تاليف الشّيخ مولانا حافظ ظهورأحمد الحُسَيني الحنفي ، فَرَغَ من تاليفه يوم الأربعاء ، الخامس والعشرين من جمادى الثّانية سنة ۱۴۲۸ھ

(یہ کتاب خانقاہ امدادیہ،مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام حضرو،اٹک، پاکستان کی طرف سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے)

۵۴۷. " تلامذة امام اعظم ابوحنيفه كا مُحدِّثانه مقام " تاليف الشّيخ مولانا حافظ ظهورأحمد الحُسَيني الحنفي ، فَرَغَ من تاليفه يوم الاثنين ، أوّل ذي الحجّة سنة ۱۴۲۸ھ

(یہ کتاب بھی خانقاہ امدادیہ ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام حضرو ، اٹک ، پاکستان کی طرف سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔)

۵۴۸. " حديث اورفهم حديث " تاليف الشّيخ مولانا عبدالله المعروفي الحنفي ، أستاذ شعبة التّخصّص في الحديث بِدارالعلوم ديوبند ، الهند ، فَرَغَ من تاليفه في الحادي عشرمن محرّم سنة ۱۴۲۹ھ

(یہ کتاب ''مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ'' کراچی سے طبع ہو کر شائع ہوئی ہے۔)

۵۴۹. " صرف ایک اسلام " بجواب " دو اسلام " تالیف الشّیخ العلّامة المحدّث المحقّق أبی الزّاهد مولانا محمّد سرفراز خان صفدر بن نور أحمد خان بن گل أحمد خان السّواتی ، نزیل گوجرانواله ، الحنفی ، المتوفّٰی لیلة الثّلثاء التّاسع من جمادی الأولٰی سنة ۱۴۳۰ ھ

(اِس کتاب میں حضرت مولانا صفدر رحمہ اللہ نے منکرین حدیث کی طرف سے احادیثِ نبویہ پر چھتیس (۳۶) اعتراضات کے ٹھوس، محققانہ اور دندان شکن جوابات دیئے ہیں ، یہ کتاب حضرت الشیخ رحمہ اللہ نے نیو سنٹرل جیل ملتان میں لکھی تھی جب آپ ۱۳۷۳ھ میں بسلسلۂ تحریک ختم نبوت وہاں قید و بند میں تھے۔

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل و سابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان نے اِس کتاب کے بارے میں فرمایا: میں نے فاضلِ جلیل مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر فاضلِ دیوبند کی کتاب ''صرف ایک اسلام'' بجواب ''دو اسلام'' کے حصۂ اوّل کا مطالعہ کیا ، یہ کتاب مسٹر غلام جیلانی برق کی کتاب '' دو اسلام'' کی تردید میں لکھی گئی ہے ، مسٹر موصوف بظاہر منکرِ حدیث اور در پردہ منکرِ اسلام معلوم ہوتا ہے ، اُس نے شانِ برقیت کی نمود کے جوش میں احادیث الرسول ﷺ یا خرمنِ اسلام پر جو چھتیس (۳۶) تیر برسائے ہیں اِس کتاب میں اُن کا محققانہ اور دندان شکن جواب دیا گیا ہے ۔ جوابات اِس قدر محققانہ ، دل آویز اور پُر اثر ہیں کہ جس کے دِل میں سُبُعِ عُشرِ شعیرہ کی مقدار خدا ترسی یا شرفِ انسانی موجود ہو وہ اِس کتاب سے ضرور متأثر ہوگا...الخ)

۵۵۰. " محاضرات حدیث " تالیف الشّیخ الدّکتور محمود أحمد غازی الحنفی ، نزیل اسلام آباد ، پاکستان ، المتوفّٰی فی السّادس عشر من شوّال سنة ۱۴۳۱ ھ

(یہ کتاب ''الفیصل'' اُردو بازار، لاہور کی جانب سے طبع ہو کر شائع ہوئی ہے۔)

یہاں تک بِعَوْنِ اللّٰہ تعالٰی وعِنَایتِہٖ اُصولِ حدیث کے اِس سلسلۂ مضامین میں حضرات علماء احناف کی پانچ سو پچاس (۵۵۰) تالیفاتِ جلیلہ کا تذکرہ محترم قارئین کے سامنے آیا ہے ، جو کہ ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ ہے۔

اسی نوع کی جو کچھ اور باقی ماندہ تالیفات ہیں اُن کو اِن شاء اللّٰہ تعالٰی آئندہ قسط میں ذکر کیا جائے گا۔

وصلّی اللّٰه تعالٰی علٰی خیر خلقهٖ محمّد وّعلٰی آلهٖ وأصحابهٖ أجمعین.

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لکھنؤ)

رحمتِ عالم ﷺ نے اپنا یومِ پیدائش کیسے منایا؟

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۂ انبیاء)

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک معمولِ مبارک تھا کہ دوشنبہ کے دن روزہ رکھیں۔ ایک صحابی نے اس بارے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ آپ روزے کا اہتمام فرماتے ہیں؟ فرمایا: "فیہِ وُلِدْتُ و فیہِ اُنزِلَ علیّ" (یہ میری پیدائش کا دن ہے اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی تھی۔ سنن ابوداؤد)

ہم تو سال میں ایک دن اس مبارک واقعہ کا جشن مناتے ہیں۔ پر معلوم ہوا کہ خود رسول ﷺ ہر ہفتے یہ دن مناتے تھے۔ اور اس کا طریقہ یہ تھا روزہ رکھیں۔ اس دن کی اہمیت کے سلسلہ میں حدیث مزید برآں یہ بھی بتاتی ہے کہ یہی دوشنبے کا دن تھا کہ آپ نبوت و رسالت کے مرتبے پر فائز کیے گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ پیدائش سے بھی بڑی ، بلکہ کہیں، بڑی نعمت تھی۔ اور ہمارے لئے تو یہی نعمت، جو صرف آپؐ کے لئے نہیں سارے عالم کے لئے عظیم نعمت تھی، باعث ہوئی ہے کہ آپؐ کے اس دنیا میں وجود پانے کے دن کو بھی ایک بیش بہا نعمت جانیں۔ یہی نزولِ قرآن اور مرتبۂ رسالت کی یافت کا دن ہی وہ مبارک دن ہے جس کے واسطے سے ہمارا آپؐ سے رشتہ جڑا اور آپ کی زندگی کا ہر دن ہمارے لئے نعمت ٹھیرا۔ الغرض آپؐ کیلئے اس دن کی اہمیت یہ بھی تھی کہ نبوت و رسالت کی اس نعمت سے سرفراز فرمائے گئے، جو وجود بخشے جانے کی نعمت سے بھی کہیں بڑی نعمت۔ وہ نعمت کہ اس کے شکرانے کیلئے خود ربِّ کریم کی طرف سے اس پورے ماہ مبارک کے روزے، جس ماہ میں یہ نعمت دنیا کو ارزانی ہوئی، اہلِ ایمان کے لئے تجویز فرمادیئے گئے۔ قیاس کہتا ہے کہ نعمتِ حق پر تشکر اور مسرت کا جو طریقہ رب العالمین کی طرف سے تجویز فرمایا گیا اسی سے آنحضرت ﷺ کو تحریک ہوئی کہ اپنی پیدائش اور نعمتِ رسالت کے دن روزہ داری ہی سے تشکر اور مسرت کا اظہار فرمائیں، کہ ارشاد ہوا ہے "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (تم شکر گزار ہوگے تو میری عطا و بخشش اور بڑھے گی۔ القرآن)

اب اس سنتِ نبوی ﷺ سے مقابلہ کیجئے ہمارے اپنے اس طریقہ کا جو ہم آپ کی تاریخ پیدائش (۱۲ ربیع الاول (وغیرہ) کی آمد پر اظہارِ مسرت کے لئے برتتے ہیں۔ جلوس جلسے، نعرے اور جھنڈے نیز جھنڈیوں اور قمقموں سے مکانوں دوکانوں اور گلیوں کی آرائش۔ پس کیا یہ سوال بیجا ہوگا کہ آیا ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کے طور طریقوں

میں کفایت نہیں ہے؟ غور کیا جانا چاہئے کہ ہمارے ان طور طریقوں میں اظہارِ مسرت تو ضرور ہے، مگر شکر کا کوئی پہلو بھی ان میں ہے، جبکہ نعمت کا اصل تقاضہ شکر گذاری ہے؟ جلوس جلسے، نعرے اور، جھنڈے، جھنڈیاں اور قمقمے ان میں سے کوئی چیز بھی تو شکر گذاری کے زُمرے میں نہیں آتی، ان میں تو بس ہماری مسرت اور محبت کی نمائش ہے۔ تو ہم شکر گزاروں والا عمل چھوڑ کر، جس پہ ہمارے خلوص کے بقدر تھوڑا یا بہت ثواب ملنا تھا، اس نمائشی عمل کو اختیار کر رہے ہیں جس میں ثواب پانے کا کوئی پہلو نہیں۔ کہ ہمارے دین میں کہیں نہیں ملتا کہ یہ اعمال باعثِ ثواب ہوں۔ گویا یہ کچھ ویسا ہی معاملہ ہے جیسے معاملہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا: اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ (ذرا سوچو کہ تم ایک بہتر چیز کی جگہ ایک کمتر چیز کے خواہاں ہو رہے ہو! سورہ بقرہ آیت ۶۱) بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے آزادی پا کر صحرائے سیناء کی راہ سوئے فلسطین گرمِ سفر تھے۔ اور اس بیاباں میں کھانے کو منّ و سلوٰی اللہ کی مہربانی سے اُتر رہا تھا۔ مگر کچھ دن بعد وہ اس نعمتِ ربانی کی ناقدری پہ اُترے اور فرمائش کرنے لگے کہ موسیٰ ہمیں تو زمینی پیداوار ساگ سبزی، گیہوں، مسور اور پیاز مہیا کراؤ۔ یہ بس منّ و سلوٰی ہی منّ سلوٰی پہ ہم سے گذارا نہ ہوگا۔'' نہیں، بلکہ ہمارا معاملہ تو اس بھی گیا ٹھہرتا ہے۔ وہاں غذا کا بدل تھی تو غذا ہی، بس بہتر کے مقابلے میں کمتر تھی۔ شکم سیری اور آسودگی اس سے بھی حاصل ہوتا تھی۔ جبکہ ہم نے جو چیز بدلے میں اختیار کر لی ہے اس سے تو کچھ ملنا ہی نہیں۔ بس ایک جھوٹی تسلّی کا سامان ہمارے دل کے لئے ہے کہ ہم محبتِ رسول ﷺ کا کچھ حق ادا کر رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی وفات سے چند ماہ پیشتر حجۃ الوداع میں تکمیلِ دین، اتمامِ نعمت اور ابدی رضا و رضوان والی آیت جانفزا ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔۔۔(آج دین میں نے تمہارے لئے مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور بطور دین اسلام کو تمہارے لئے میں نے پسند فرمالیا۔ المائدہ۔۳) نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے اصحابِ کرام نے اس سرمایۂ اعزاز و افتخار کو بس دلی شکر گزاری کے ساتھ سرآنکھوں پہ رکھا اور دل میں بسا لیا، جلوس جلسہ کوئی نام کا بھی اس پر نہیں منعقد ہوا۔ جبکہ دوسروں کی نظر میں یہ ایسی آیت تھی کہ اس کے نزول کے دن کو ایک عید کا دن ٹھیرایا جانا تھا۔ چنانچہ ایک یہودی کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اس نے آپ سے اس مبارک آیت کے بارے میں سوال کیا اور کہا کہ ایسی آیت ہم پہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم تو اسے ایک یومِ عید ٹھیرا تے۔ بالفاظِ دیگر آپ مسلمان لوگ بڑے ناشکرے نکلے۔ ایسی سرفرازی اور ایسے خاموشی سے ہضم کر گئے! مگر حضرت عمرؓ نے اسے اپنے جواب سے بتایا کہ ہمیں اپنے اوپر قیاس نہ کرو فرمایا کہ وہ ہماری عید ہی کا دن تھا، جمعہ تھا، یومِ عرفہ تھا اور یہ اللہ کی مقرر کردہ ہماری دونوں عیدیں اپنے اپنے وقت پر آتی ہی رہتی ہیں۔ کوئی جدا عید اس نعمتِ ربانی کے حوالہ سے ہم اپنی طرف سے ایجاد کریں، یہ ہمارا شیوہ نہیں، کہ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

مولانا محمد ابراہیم فانی
مرتب :مولانا شوکت اللہ حقانی

داستانِ دلکشاء درزمانِ ابتلاء

جناب مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب' دارالعلوم حقانیہ کے جید استاذ الحدیث ہونے کیساتھ ساتھ کہنہ مشق شاعر' ادیب' مصنف ومحقق ہیں' تقریباً پینتیس سال سے دارالعلوم حقانیہ میں منصب تدریس پر فائز ہیں۔گزشتہ دنوں ذیابیطس کے مرض نے شدت اختیار کرکے موصوف کے دونوں گردوں کو متاثر کیا' جس کی وجہ سے ابھی تک حیات آباد میڈیکل کمپلیکس کڈنی سنٹر پشاور میں زیرعلاج ہیں۔قارئین الحق سے ان کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعاؤں کی اپیل بھی کی جاتی ہے۔موصوف نے آئی سی یو جیسی نازک جگہ میں بھی کتاب وقلم اور ادب وشاعری سے رشتہ جوڑے رکھا اور شدید بیماری بلکہ غنودگی کی حالت میں اپنی یادداشتیں لکھنا شروع کیں' جسکا پہلا حصہ نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

رودادِ ادیبہ: لندن سے ایک پشتو ادیبہ نے مجھے فون کیا اور یہ بات کہہ رہی تھیں کہ مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں کہ آپ کو فانی کہوں اور پھر یہ کہ ہر ایک شخص فانی ہے تو یہ تخصیص آپ نے اپنے ساتھ کیوں کی ہے؟ تو میں نے ان سے کہا کہ کل من علیہا فان انہوں نے کہا تو اس کی کیا ضرورت ہے۔میں نے کہا کہ یہ اسی حدیث کا مفہوم ہے کہ موتوا قبل ان تموتوا اور یہ مرزا غالب کے شعر کے حوالے سے ہے غالباً

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

اور پشتو میں ہمارے رحمان بابا فرماتے ہیں۔

چه د هجران هسې سختي لري رحمانه لا پخوا ترهغې دمه ولې نه مرم

پھر اسی طرح اسی نے میرے شعر کے بارے میں میرے ساتھ رابطہ کیا' میری شاعری کے بارے میں' کہ اس میں بہت درد ہے' تو اس درد کا سبب کیا ہے؟ یہ اپنی کسی رشتہ دار سے پوچھا تھا' تو انہوں نے مجھے کہا کہ اسی نے ایک شکایت کی ہے اور ایک سوال پوچھا ہے کہ اس کے اشعار میں بہت درد ہے تو میں نے اسے کہا کہ ابھی میں جواب نہیں دے سکتا اگر رابطہ ہو جائے تو انہی کے ساتھ بات بھی ہو جائے گی اور انہی کو جواب بھی دینا پڑے گا۔چنانچہ کچھ دنوں بعد انہی کے ساتھ رابطہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر کوئی نئی غزل ہو تو میں نے کہا کہ پشتو زبان کی ہو یا اردو کی تو انہوں نے کہا کہ پشتو زبان کی تو میں نے کہا کہ ایک تازہ غزل کے چند اشعار ہیں۔

عشق دچشم نم قصه ده دا پوښتنه مه کوه يادجام جم قصه ده دا پوښتنه مه کوه

یہ کتاب بھی موجود ہے پھر اس میں یہ بھی ہے کہ

مینه د وجدان اؤ د احساس اؤ د کیفونو نوم بیا د کوم عالم قصه ده دا پونبتنه مه کوه

تو انہوں نے کہا کہ آپ نے مجھے جواب دیا اور لاجواب کر دیا (۱۲ر فروری ۲۰۱۴ء بوقت رات 10:20 بجے)

دا چمن به په بهار وی زربه راشم

دا چمن بهٔ په بهار وی زر بهٔ راشم میکده به پُرخمار وی زربهٔ راشم

هرطرف ته بهٔ یونبکلے رونق جوړ وی ټول چمن به لاله زار وی زر بهٔ راشم

اے یارانو گورئ ډیر زما یادیگی زړه بهٔ ستگه م هیسار وی زر به راشم

په دیدنٔ به می زړ گے تروتازه شی ستا په حسن به نثار وی زر به راشم

بے له ستاسو گزاره زما نه کیگی لکه کب چی بے قرار وی زر به راشم

په چمن کنبے بهٔ زه هره غوټئی خکل کړم دا گلشن به په سنگار وی زر بهٔ راشم

د گلشن هره کلئ بهٔ راته وائی دا احساس بهٔ ورته هار وی زربهٔ راشم

هرطرف ته بهٔ یورنګ وی یومنظر وی گل ورینه به م لار وی زر بهٔ راشم

اے فانی دغه دنیا ده دائے رنګ دے روحانی بهٔ کاروبار وی زربهٔ راشم

(۱۲ر فروری ۲۰۱۴ء بروز بدھ، بوقت سہ پہر 4:30 بجے)

ڈاکٹر طاہر القادری، علامہ شاہ احمد نورانی اور مولانا فضل الرحمٰن:

اس مجلس کی روداد فانی صاحب نے سنائی اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب کے برادر شیخ الحدیث حضرت مولانا آسید اللہ صاحب نے انتقال فرمایا تو ہم جنازے میں تو شریک نہیں ہو سکے البتہ تعزیت میں شریک ہوئے، اس کے کچھ عرصہ بعد خبر آئی کہ مولانا فضل الرحمٰن، مولانا مغفور اللہ صاحب کے پاس تشریف لا رہے ہیں، تو ہم اُن سے ملنے کے لئے وہاں چلے گئے وہاں پر مولانا فضل الرحمٰن نے مجھے دیکھتے ہی فانی بدایونی کا یہ شعر کہا کہ

ہم نے فانی ڈوبتی دیکھی ہے نبض کائنات جب مزاج یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

تو پھر جب دوبارہ مولانا فضل الرحمٰن، مولانا انوار الحق صاحب کے ہاں تعزیت کے لئے تشریف لائے تو فانی صاحب نے کہا کہ میں بہت خوش ہوا اور میں نے یہ موقع غنیمت جانا۔ پھر ہماری مجلس شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب کی بیٹھک میں ہوئی اور ان کے ساتھ ہمارے دیر بابا، شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ صاحب اور دیگر اساتذہ کرام و مہمان مل کر بیٹھے تھے۔ فانی صاحب کہتے ہیں کہ جب میں حاضر ہوا تو دیر بابا جی نے فرمایا کہ اب یہ ابراہیم فانی صاحب عجائب وغرائب سنائے گا" فانی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ تو مجلسِ تعزیت ہے کوئی نغمہ شادی تو نہیں۔ اسی دوران طاہر القادری کا تذکرہ چل گیا کیونکہ انہوں نے لاہور میں بہت بڑا

جلسہ کیا جس میں تمام پاکستانیوں کو مدعو کیا تھا اور اس جلسے نے تمام پاکستانیوں کو بہت مرعوب کیا تھا تو اس جلسے کی بات چل رہی تھی' مولانا فضل علی حقانی نے فرمایا اور مولانا فضل الرحمٰن نے بھی کہ یہ ایک ڈرامہ اور شعبدہ بازی ہے پھر اس کے متعلق بات چلی (طاہر القادری کے متعلق) تو مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ اس نے تو مہدویت کا دعویٰ کیا ہے ان کا یہ دعوی میں نے جمیعۃ علماء پاکستان کے سابق امیر مولانا شاہ احمد نورانی سے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا انہوں نے کہا کہ یہ کہاں سے مہدی بن گیا' مہدی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان یکون من عترتی اور یہ تو ترکھان کا بچہ ہے' یہ کب دعویٰ کرسکتا ہے' پھر مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ اس کی ایک فلم آئی ہے اور وہ فلم بہت مشہور ہے جس میں یہ ایک شخص کی وفات اور دفن کے بعد اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کو تلقین کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم سے پوچھے گا تم خدا کو مانتے ہو اور تم سے پوچھے گا کہ رسول کو مانتے ہو تو یہ جواب دو گے تو فانی صاحب نے ازراہ مزاح کہا کہ جب ہلاکو خان کی ماں کا انتقال ہو گیا' تو محقق طوسی ان کے بہت ہی قریبی وزیر تھے' ان کا ایک ساتھی بھی تھا' وہ دونوں بہت غالی شیعہ تھے اور عالم اسلام کو بہت نقصان پہنچایا تھا' ایک کا نام محقق طوسی تھا اور دوسرا اس کا ساتھی تھا' مجھے اس کا نام یاد نہیں اور وہ محقق طوسی کے ساتھ حسد کرتا تھا اس نے جانا کہ یہ موقع ہے کہ ہلاکو خان کی ماں مرگئی ہے تو اس نے چپکے سے ہلاکو خان کو کہا کہ اماں جی تو وفات پا گئیں اور یہ بہت بڑا سانحہ ہے لیکن خطرناک بات یہ ہے کہ اس سے خطرناک سوالات پوچھے جائیں گے۔ اور وہ بہت کمزور ہے تو ان کو جوابات دینے میں مشکل پیش آئے گی تو محقق طوسی کو اسی کے ساتھ دفن کرے کیونکہ وہ بہت بڑا عالم ہے تو ہلاکو خان کو یہ بات پسند آئی اور کہا کہ بات تو اچھی ہے' اس نے آکر محقق طوسی کو کہا کہ آپ کے ساتھی نے یہ کہا تو محقق طوسی نے ہلاکو خان کو کہا کہ اپنی والدہ کے ساتھ یہ دوسرا عالم کو دفن کرائے کیونکہ آپ کی ماں تو ضعیف اور کمزور ہے ان سے آسان سوالات پوچھے جائیں گے' یہ دوسرا عالم بخوشی اس کے جوابات دیں گے' مسئلہ آپکا ہے جب آپ مرجائیں تو آپ سے بہت سخت بازپرس ہوگی اور میں ہی تمہارے ساتھ دفن ہوجاؤنگا' چنانچہ یہ بات ہلاکو خان کو بھلی لگی اور محقق طوسی کی بات پر عمل کر کے اُس دوسرے عالم کو اپنی ماں کے ساتھ زندہ دفن کیا پھر یہ وصیت کی کہ محقق طوسی کو بھی میرے ساتھ اکٹھا قبر میں دفن کیا جائے تو میں نے کہا (فانی صاحب) کہ طاہر القادری نے جو یہ کہا کہ تم سے یہ پوچھا جائے گا اور تم یہ جواب دو گے تو یہ اس کیساتھ قبر میں گھس جائے تو دیر بابا جی نے فرمایا کہ میں نے نہ کہا تھا کہ یہ عجائب و غرائب والا ہے' کہ اپنی طرف سے قصہ گھڑ لیا اور ہمارے سامنے سنایا' مولانا فضل الرحمٰن کیساتھ آئے ہوئے ساتھیوں نے اس قصہ پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور دوران بیان بہت متوجہ تھے جسمیں مولانا انوار الحق صاحب' مولانا مغفور اللہ بابا اور دیر بابا جی جیسی شخصیات موجود تھیں تو میں نے کہا کہ یہ تو میں تاریخ کا قصہ سناتا ہوں اپنے سینے سے نہیں اور اسی طرح چیزیں ہمیں ملی ہیں۔ خدا کرے یہ خوب مرتب لکھے جائیں اور پھر مرتب چھپ جائیں اور آج اسکا موقع اللہ کی طرف سے ہمیں یہ مل رہا ہے۔　　(۱۲ فروری رات گیارہ بجے)

حضرت مولانا امین الحق گستوئی *

حضرت شیخ الہندؒ کی مطبوعہ تقریر ترمذی کا تحقیقی جائزہ

مخطوطہ اور مطبوعہ تقریر ترمذی کا تقابلی جائزہ

ہندوستان میں علم حدیث اوراس کی اشاعت وتدریس کے تین ادوار ہیں۔

دور اوّل:

پہلا دور صحابہ کرامؓ سے لیکر حضرت شاہ ولی اللہؒ تک ہے اس دور میں حدیث کی جو اشاعت، درس وتدریس ہوئی ہے اس میں پہلا استاد حضرت ربیع بن صبیح السعدی البصریؒ (المتوفی ۱۶۰ھ) ہیں۔

صاحب کوثر الجاری لکھتے ہیں حضرت ربیعؒ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے کے مدونین اولین احادیث وآثار کے علماء میں سے ہیں حضرت ربیعؒ نے صوبہ گجرات میں قیام فرمایا اورحدیث نبوی ﷺ کا درس جاری فرمایا یہ پہلا محدث ہے جس نے درس حدیث کے ساتھ پورے خطے کو آباد کیا بالآخر صوبہ گجرات ہند میں وفات پائی اور ضلع بھروچ میں مدفون ہوئے' شیخ علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ کا مجمع بحار الانوار گجرات کے علماء کا علم حدیث کے خدمات کا مکمل ثبوت ہے۔

دور ثانی:

دور ثانی حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر دارالعلوم دیو بند تک ہے اس دور میں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ اوراس کے خاندان نے قرآن وحدیث کی جتنی خدمت کی ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اساتذہ کرام:

ان کے مشہور اساتذہ کرام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شیخ ابو طاہر محمد ابراہیم کردی حدیث اور سلاسل تصوف میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے شیخ تھے اور یہ شیخ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بڑے مداح تھے اورفرمایا ویسند علی اللفظ و کنت اصحح منہٗ المعنیٰ

(۲) شیخ وفد اللہ بن شیخ سلیمان مغربی

---

* ژوب' فاضل دارالعلوم حقانیہ

(۳) مفتی مکہ شیخ تاج الدین بن قاضی عبدالحسن قلعی حنفی

سراج الہند امام حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"علم حدیث پدر من از مدینہ منورہ اوردہ چاردہ ماہ حرمین بسر بردہ سند کردہ"

"میرے والد صاحب مدینہ منورہ سے علم حدیث لائے اور چودہ مہینے حرمین شریفین میں قیام فرمایا اور سند حدیث حاصل کی"

امام الہندؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مقام:

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مقام علماء اور محدثین میں اس طرح ہے جیسے کہ انبیاء میں حضرت ابراہیمؑ کی ہے جس کو یہود، نصاریٰ اور مسلمان سب مانتے ہیں اور اسی طرح امام الہندؒ کو بھی تمام مکاتب فکر کے لوگ مانتے ہیں اور اس کی شان میں کوئی اعتراض اور اختلاف نہیں رکھتے ہیں۔ امام الہندؒ کے اہم مشاغل حسب ذیل تھے:

(۱) قرآن مجید کے معارف اور دقائق بیان کرنا (۲) تصنیف و تالیف (۳) درس حدیث

حضرت شاہ ولی اللہؒ درس صحاح ستہ کے پہلے استاد تھے۔

شاہ صاحبؒ سے پہلے ہندوستان میں درس صحاح ستہ کا کوئی رواج نہ تھا اور وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے صحاح ستہ کی تدریس کی بنیاد رکھی۔

درس حدیث کے تین طریقے:

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین درس حدیث کے تین طریقے تھے۔

(۱) سرد (۲) بحث و تحقیق (۳) امعان و تعمق، یعنی ہر لفظ اور اسکے متعلقات پر مکمل بحث کرنا۔

دوسرا طریقہ مبتدی کیلئے مفید گردانا گیا ہے اور پہلا طریقہ دورہ حدیث والوں کیلئے فرمایا ہے۔

دور ثالث، دارالعلوم دیوبند سے لیکر آج تک:

اول استاد بھی محمود، اول شاگرد بھی محمود اور مقام بھی محمود، کام بھی محمود اور وقت بھی محمود (۱۰ محرم الحرام) دارالعلوم دیو بند کی بنیاد دوسرے مدارس کی طرح مشورہ سے نہیں رکھی گئی ہے بلکہ اولیاء کرام، بزرگان کاملین، کشف والہام اور واردات قلوب ورؤیا صادقہ کی تعبیر تھی۔ گویا دارالعلوم دیو بند کی بنیاد روحانی والہامی اجماع تھی۔

۱۰ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو اس ادارے کا آغاز ہوا۔

حضرت شیخ الہند کی درس و تدریس:

۱۲۹۱ھ میں مدرس کی حیثیت سے دارالعلوم دیو بند میں استاد مقرر ہوئے اور ۱۲۹۳ھ میں صحاح ستہ اور ۱۲۹۰ھ میں بخاری شریف کا درس بھی ان کے حوالے کیا گیا۔

اور تمام ہندوستان میں علماء دیو بند نے اشاعت علم خصوصاً قرآن و حدیث کی جس اعلیٰ شان سے خدمت کی ہے۔

دنیا میں اس کی مثال کوئی بھی پیش نہیں کرسکتا ہے علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں:

اخواننا ولو لا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث في صفذا العصر يقضى عليها بالزوال من امصارا الشرق فقد ضعفت في مصر والشام والحجاز منذ القرون

''ہمارے ہندوستانی بھائیوں میں جو علماء ہیں اگر علوم حدیث کے ساتھ ان کی اس زمانہ میں توجہ نہ ہوتی تو مشرقی ممالک سے علم ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ مصر، شام، عراق، حجاز میں دسویں صدی ہجری سے یہ علم ضعف کا شکار ہو چکا تھا'' (مقدمہ کنوز مفتاح السنۃ)

صاحب کوثر الجاری لکھتے ہیں: الحمدللہ پھر ہندوستان علم حدیث و دیگر علوم دینیہ شرعیہ کا مرکز بنا رہا جہاں ہزاروں علماء محدثین، مفکرین، مفسرین فقہاء پیدا ہوئے حتیٰ کہ بعض مورخین تاریخ نے یہ لکھا کہ ان القرآن نزل في الحجاز و قرئ في المصروفهم في الهند فصار الهند مركز العلوم الدينية كلها با سر ها ولم يوجد في الا كوان مصر و لا بلدة يساويها في الرجال ولا في غير ها من الا شياء والا قدار العلمية۔ ص ۱۳

حضرت شیخ الہندؒ کا طرزِ درس ترمذی:

جناب عبدالرشید ارشد صاحب بیس بڑے مسلمان میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ مسائل مختلف فیہا میں ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ بلکہ دیگر مجتہدین کے مذاہب بھی بیان فرماتے اور مختصر طور سے دلائل بھی نقل کرتے لیکن جب امام ابوحنیفہؒ کا نمبر آتا تو مولانا کے قلب میں انشراح، چہرہ پر بشاشت، تقریر میں روانی، لہجہ میں جوش پیدا ہو جاتا، دلیل پر دلیل، شاہد پر شاہد، قرینہ پر قرینہ بیان کرتے چلے جاتے تقریر رکتی ہی نہ تھی اور اس خوبی سے مذہب امام اعظمؒ کو ترجیح دیتے تھے کہ سلیم الطبع اور منصف المزاج لوٹ جاتے تھے دور دور کی مختلف المضامین احادیث جن کی طرف کبھی خیال بھی نہ جاتا تھا پیش کر کے اس طرح مدعا بیان ثابت فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی تھی اور سامعین کا دل گواہی دیتا اور آنکھوں سے نظر آجاتا تھا کہ یہی جانب حق ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا درس ترمذی مناظر احسن گیلانی کی نظر میں:

مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب لکھتے ہیں: ''دورے کے اندر محسوس ہوتا تھا کہ ان کی انگلیاں تسبیح کے دانوں کو پھیرنے میں مصروف ہیں طالب علم حدیث پڑھتا جاتا اور آپ سنتے جاتے دورہ میں ترجمہ بزبان اردو کا قصہ ختم ہو جاتا تھا اس لئے کہ مشکوٰۃ میں حدیث کا متن طلباء پڑھ چکے تھے کہا جاتا ہے کہ دورہ میں شریک ہونے والے طلباء ترجمہ کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتے تھے اسی لئے بطور ''سرد'' کے ایک حدیث کے بعد دوسری حدیث دوسری کے بعد تیسری حدیث گزرتی چلی جاتی لیکن کبھی کبھی ہاں چلئے کے سوا حضرت شیخ الہندؒ کی زبان مبارک پر بمشکل کوئی لفظ آتا گویا قطعی ایک خاموش درس تھا جب کوئی ایسی حدیث آجاتی جو بظاہر مفہوم کے لحاظ سے

قطعی طور پر حنفی مذہب کے خلاف ہوتی اور پڑھنے والا طالب علم خود رک کر دریافت کرتا یا دوسرے طلباء پوچھتے کہ حضرت یہ حدیث تو امام ابو حنیفہؒ کے قطعاً خلاف ہے جواب میں مسکراتے ہوئے بے ساختہ حضرت شیخ الہندؒ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے "خلاف تو ہے بھائی" "میں کیا کروں؟" "ہاں آگے چلیئے" طالب علم عرض کرتا کہ آخر امام صاحب کی طرف سے کوئی جواب اس کا دیا گیا ہے؟ تمہاری کتابوں میں کچھ لکھا ہوگا پڑھ لینا یہ جواب دے کر ٹال دیا جاتا طالب علم مصر ہوتا کہ آپ اپنا خیال ظاہر کیجئے طلباء کا اصرار جب حد سے تجاوز کر جاتا تب نہایت مجمل الفاظ میں کچھ اجمالی ارشادات فرمادیتے۔

امام الہند حضرت شیخ الہندؒ کے طرزِ درس ترمذی شریف کے متعلق جناب عبدالرشید ارشد صاحب اور مولانا مناظر حسن گیلانیؒ کی تبصروں میں تطبیق اس طرح ہوگا کہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے ۱۳۳۱ھ دارالعلوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۲ھ میں دورہ حدیث میں شریک رہ کر کتب حدیث کی سند حاصل کی یہ شیخ الہند کے عمر کا آخری وقت اور اس سے پہلے آپ کے تقاریر ترمذی طلبہ نے ضبط کیے تھے اسی وجہ سے زیادہ بحث وتحقیق کی ضرورت نہ تھی اور عبدالرشید ارشد نے جو بیان کیا ہے تو وہ جوانی اور صحت کے زمانے کا بیان ہے اور ہمارے سامنے جو مخطوطہ تقریر ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الہند ابتداء میں تمام مسائل پر سیر حاصل بحث فرماتے تھے اور مخطوطہ پر ۱۳۲۳ھ درج ہے جو مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے دورۂ حدیث سے دس سال مقدم تقریر ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے مطبوعہ تقریر ترمذی پر اصلاحی نظر:

ترمذی شریف پر حضرت شیخ الہندؒ کا تقریر ترمذی شریف کے ساتھ طبع ہو گیا ہے میں نے جب اس تقریر مطبوعہ اور حضرت شیخ الہندؒ کے اس مخطوطہ تقریر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ اور دونوں کا تقابلی جائزہ لیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ مطبوعہ تقریر میں تین قسم کی کوتاہیاں ہیں۔

(۱) کتابت کی غلطیاں: اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس سے مطلب ومقصود میں کوئی فرق وخلل نہیں آتا ہے معمولی فکر وتامل سے اس غلطی کی درستگی کی جاسکتی ہے مثلاً (۱) اونقول سلمنا ان التحریم فی الله اکبر والتحلیل فی السلام یہاں لفظ منحصر رہ گیا ہے۔ (باب مفتاح الصلوٰۃ الطهور)

(۲) هذا بالجملة الاخیرة یہاں لفظ متعلق رہ گیا ہے (ص ۷ سطر نمبر ۲۰)

(۳) فعل الكاتب خطأيه لفظ فعل ہے (باب فی تخلیل الاصابع) (ص ۷ سطر نمبر ۱۹)

(۴) كان يتجدد عند الفريضة یہاں وہ يعمل على الفريضة کا جملہ رہ گیا ہے جو مخطوط میں لکھا ہے (باب الوضوء لكل صلوٰة) (ص ۷ سطر نمبر ۳۱)

(۵) فينتقل ثمرة صحیح لفظ فینقلب ہے (باب كراهية ما يستنجى به) (ص ۲ سطر نمبر ۱۱)

اور ایسی غلطیاں دورہ حدیث کے طالب العلم بھی درست کرسکتا ہے

دوسری قسم کی غلطی:

اس میں وہ غلطیاں ہیں جس سے معنیٰ اور مقصود میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

(۱) مثلاً اما عدم فریضة التکبیر یہاں لفظ عدم زائد ہے اور اس سے مقصود میں خلل پیدا ہوا ہے جو خلاف مقصود ہے (باب مفتاح الصلوٰۃ الطھور) (صفحہ نمبر۴ سطر۲۰)

(۲) منقول ان ھذا حکم من قبل نسخ الربوا جبکہ صحیح عبارت یہ ہے منقول ان ھذا حکم من قبل حرمة الربوا (صفحہ نمبر۱۰ سطر نمبر۷) (باب فی الا نتفاع بالرھن)

(۳) خطأً اولاً فی کتابة غیر و کتب موضعه غیر ھذا نقل

یہاں لفظ اولاً سے معلوم ہوا کہ ثانیاً غلطی بھی ہے لیکن مطبوعہ میں نہیں ہے اور مخطوطہ میں ذکر ہے وثانیا باسقاط الھمزة فی الماء (باب فی تخلیل الا صابع) (صفحہ نمبر۷ سطر۱۹)

اس قسم غلطیوں کی نشاندہی دورحدیث کے اساتذہ کرام اپنے شاگردوں کو کریں تا کہ یہ کتابت کی غلطیاں دور ہوسکیں

تیسری قسم کی غلطی:

وہ یہ ہے کہ جہاں شیخ الہندؒ نے ایک باریک نکتہ یا لطیف توجیہ بیان فرمائی ہے یا فائدہ کے عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے مطبوعہ تقریر میں وہ حذف کردیے گئے ہیں مثلاً قوله، واذا و لغت الھرة الخ

اس باب میں حضرت شیخ الہندؒ نے ایک علمی نکتہ بیان فرمایا ہے جو مخطوطہ تقریر میں ہے اور مطبوعہ تقریر میں نہیں ہے۔

(فائدہ) قال الا ستاذ العلام الدیوبندی مدظیضه: ان فی ثلاثة اشیاء لم یثبت الفرق عن ابی حنیفة فی کراھیة التحریمة والتنزیھیة

(۱) الا ول فی صورة الھرة

(۲) والثانی فی لحم الفرس

(۳) والثالث فی لحم الضب

فاختلف الا حناف فیھم والحق ان فی الاوّل تحریمة مکروہ وردالرخصتفیہ والثانی حلال عند محمدؒ مطلقاو مکروہ بیعه لعظمة شانه والثالث ایضا تحریمة یہ فائدہ مخطوطہ تقریر میں ہے اور مطبوعہ میں نہیں ہے (باب ماجاء فی سورالکلب) (ص۱۰ سطر۲۹)

(۲) فلاحاجة الی غسل شدید

اور مخطوطہ میں یہاں شیخ الہندؒ نے دو دلائل اور بھی ذکر کردیے ہیں والثانی ان بولھابسبب استلاء الرطوبة والبر

ودۃ مزاجھا یحتاج الی غسل شدید بخلاف الصبی

والثالث ان الشافعیؒ قال ان آدم خلق من الطین وحواخلقت من الدم والطین طاھرٌ والدم لیس بطاھرٍ

قال الاستاذ عم فیضہٗ (باب ماجاء فی نضح بول الغلام قبل ان یطعم) (ص ۹ سطر نمبر ۳)

(۳) وروی شعیب عن جدہٖ الذی ھو جد ابی عمرو

مخطوط میں ہے لان جد عمرو ماکان صحابیا فلھذا احتیج الی انصراف عن الظاھر ۔(باب فی المستحاضہ) (ص ۱۱ سطر ۲۰)

(۴) یا مثلاً صید الکلب پر بہت مفصل بحث کے بعد لکھتے ہیں

وکنت اتفکر و اتخیل فلما اقبل اللیل فرأیت الاستاذ مد فیضہٗ روح اللہ روحہٗ فی المنام استلتہٗ عن ھذا الأمر الأھم فاجابنی ان الکلب بعد ما علم لیس کلبا لانہٗ لا اقنیٰ رضائہٗ فی رضاء الذات المرسل المعلم و مرضاتہٗ کان ھو وارتفع حجاب الغیریۃ عنھما کالحدید فی النار الم تعلم الحدیث القدسی الواردفی القرب بالنوافل حیث قال اللہ تعالیٰ الی ان اکون یدہٗ یبطش بی وسمعہ یسمع بی وبصرہٗ یبصر بی ورجلہ یمشی بی(الحدیث) ھذا الامر محوالعبد فی ذاتہ تعالیٰ ورضائہٖ فی رضیاتہٖ تعالیٰ فاذا امکن ان یصل الممکن بافضاء الی والواجب فیکف الا بعاد فی وصول الکلب التا لع الی المتبوع مع انہٗ ممکن واللہ اعلم فتدبر۔

تیسری کوتاہی یہ ہے کہ بہت سے ابواب کو چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ ابواب جس پر حضرت شیخ الہند کے کافی لمبی لمبی تقریریں ہیں اور مطبوعہ تقریر نامکمل ہے جلد ثانی پر صرف چار صفحات ہیں اور کل تقریر ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ مخطوط تقریر (۲۲۶) صفحات پر مشتمل ہے۔

اور مخطوطہ پر تاریخ ۲۳ شوال ۱۳۲۳ھ درج ہے اور یہ تقریر ایک سو چھ (۱۰۶) سال پہلے لکھا گیا ہے آخری باب مناقب ابی ھریرۃؓ ہے اس میں لکھتے ہیں۔

قال مولانا ان الفرق بین الکرامۃ والمعجزۃ فی مثل ھذہٖ الا شیاء ھوان المعجزۃ تکون فیہٖ مکث طویل بخلاف الکرامۃ مثل قصۃ الحدیث اور آخری سطر ہے۔ وانشدابو ھریرۃؓ

وللناس ھمٌّ ولی الیوم ھمّان

فقد الجراب وقتل الشیخ عثمان

امید ہے کہ اہل علم حضرات مطبوعہ تقریر کی تصحیح اور تکمیل پر خصوصی توجہ دیں گے۔

مولانا محمد اسلام حقانی *

کیا سائنس قرآنی معجزہ ہے؟

التبیان فی علوم القرآن میں قرآن کی سائنسی معجزات پر بحث ونظر

اسلام اور سائنس پر لکھنا ایک محبوب مشغلہ:

آئے روز ہمارے فکری تضادات کا کوئی نہ کوئی نمونہ نگاہوں کے سامنے آتا ہے اور اس پر کچھ کہنے کو ناطقہ سر بہ گریباں اور لکھنے کو خامہ انگشت بہ دنداں رہتا ہے ان فکری تضادات سے تو ہمارا پورا معاشرہ سرتاپا غبار آلودہ ہے اور مذہبی حوالہ سے بھی یہ فکری تضادات کسی صورت میں کم نہیں کتابوں کی اس بھرمار میں آئے روز کوئی نہ کوئی کتاب، رسالہ اور جریدہ منظر عام پر آتا ہے جو ایسے دعوؤں سے بھرا ہوتا ہے کہ عقل انسانی حیران رہ جاتا ہے کتابیں لکھنے کا تو ہر کوئی خوگر ہیں اور اس آرمان کی پورا ہونے کا ہر کوئی منتظر ہیں کہ کب مجھے لوگ مصنف، مترجم اور شارح کے القاب سے نوازینگے اور پھر ایسے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں جو شہرت رکھنے کے باوجود خطرات اور پیچیدگیوں سے ہرگز خالی نہیں ہوتی یوں تو بے شمار موضوعات ایسے ہیں جو کسی نکتہ شناس اور حقیقت پسند محققین کی نظر کے محتاج پڑے ہیں لیکن ان میں ایک موضوع قرآن اور سائنس، اسلام اور سائنس بھی ہیں یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اس پر ہر مؤلف رطب ویابس جمع کرنے کی متمنی اور خواہشمند ہیں قرآن اور سائنس کے موضوع پر لکھنے کی یہ طرح سترویں صدی کے بعد کی پیداوار ہیں اور گزشتہ چند سالوں میں انگریزی' عربی' فارسی زبانوں میں متعدد مقالات' مضامین اور کتابیں اس موضوع پر شائع ہو چکی ہے عربی' انگریزی' فارسی میں اس موضوع پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے اگر اس کا ایک مفصل اشاریہ مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائیگی اور اب تو اردو داں اہل قلم بھی اس حوالہ سے کسی سے پیچھے نہیں ہر کوئی سرگرم عمل ہے کوئی اسلام سے سائنس تو کوئی سائنس سے اسلام ثابت کرتے ہیں۔

التبیان فی علوم القرآن نصاب کا حصہ کب سے؟

تاہم سردست ایک ایسی کتاب کے حوالہ سے کچھ تحریر کرنے کو جی چاہتا ہے بڑی اہمیت کی حامل ہے اور

---

* رفیق مؤتمر المصنفین ' جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر سال کثیر تعداد میں مدارس دینیہ کے طلبہ کو پڑھائے جاتے ہیں اور طلبہ علوم اسلامیہ اس سے استفادہ بھی کرتے ہیں میری مراد اس کتاب سے عالمِ عرب کے مشہور محقق اور جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے استاذ تفسیر علامہ محمد صابونی صاحب کے لیکچروں کا وہ مجموعہ ہے جو انہوں نے کلیہ الشریعہ کے طلبہ کے لئے علوم القرآن کے موضوع پر مرتب فرما کر التبیان فی علوم القرآن کے نام سے شہرت پائی اور منظر عام پر آنے کے کچھ عرصہ بعد وفاق المدارس کے زیر اہتمام درجہ سابعہ (موقوف علیہ) کے نصاب میں علوم القرآن کے حوالہ سے جب وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی میں بات ہوئی تو مولانا ولی خان المظفر صاحب نے مندرجہ بالا کتاب پیش کی تو بالاتفاق اسے منظور کر کے نصاب کا حصہ بنایا گیا اور بعد میں اس پر مختلف علماء کرام نے شروحات بھی لکھنے شروع کی جس میں ایک شرح "اللمعان اردو شرح التبیان" بھی ہیں جس کا مترجم مولانا ولی خان المظفر صاحب ہیں اور تحقیق اور حواشی مولانا سید عبدالرحمان بخاری کی ہیں دوسری شرح "نسیم البیان شرح التبیان" مولانا محمد آصف نسیم جھنگ شہری صاحب کی ہے جس پر علامہ زاہد الراشدی صاحب کی تصدیق اور تقریظ بھی ثبت ہے اس مختصر مضمون میں "التبیان" کے ایک اہم موضوع کی طرف آتے ہیں، علوم القران کے موضوع پر کتابوں کی لکھنے کا یہ سلسلہ قرونِ اولیٰ سے جاری وساری ہے لیکن امت کے چودہ سو سالہ عرصہ گواہ ہے کہ اس عرصہ میں قرآن اور علوم القرآن، حدیث اور سنتِ نبوی کی کبھی سائنسی تشریح اور توضیح پیش نہیں کی گئی ہیں اور نہ سائنس کو معجزاتِ قران میں شمار کرنے کی کبھی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

شیخ طنطاویؒ کی سائنسی تفسیر اور اسکا انجام:

لیکن عالمِ اسلام کا مغربی غلام بننے کے بعد سترویں صدی سے یہ سلسلہ رفتہ رفتہ جاری ہوا تاہم بیسویں صدی کے اوائل میں عالم اسلام میں سائنس سے قرآن اور قرآن سے سائنس اور سائنس کو قرآنی معجزہ ثابت کرنے کی بدعت ایجاد ہوئی اس بدعت کے اصل موجد جامعہ الازہر مصر کے شیخ علامہ طنطاویؒ ۱۹۱۰ء ہی ہیں انہوں نے ۲۶ جلدوں پر مشتمل الجواھر فی تفسیر القرآن کے نام سے قرآن کی سائنسی تفسیر وتشریح لکھی یہ سائنس کے ذریعے مذہب کو ثابت کرنے کی ناکام ترین بلکہ خطرناک ترین کوشش تھی جسے امت کے سوادِ اعظم نے مسترد کر دیا اور قبولیتِ عامہ نہ کر سکی بلکہ پندرہ سال کے بعد خود بہ خود مسترد ہو کر طاقِ نسیاں کی زینت بنے ان کے متعدد شاگردوں نے بھی اس تفسیر کا رد پیش کیا اس تفسیر میں اس قدر افراط وتفریط، غلو ومبالغہ سے کام لیا گیا ہے کہ بہت سے قرآنی آیات کے وہ معانی بیان کیے ہیں جنکی وہ متحمل نہ تھیں اس وجہ یہ تفسیر چند سالوں میں ہی آزکار رفتہ ہوگئی

حتیٰ کہ علماء کے ردونقد کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں نے بھی اسے رد کر کے تاریخ کے گوشہ خفا کی زینت بنادیا۔

شیخ بنوریؒ کا تفسیر الجواہر پر نقد ونظر:

علامہ شیخ یوسف بنوریؒ نے اس پر خوبصورت تبصرہ فرمایا تھا کہ اس میں سائنسی معلومات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے سامان دلچسپی تو موجود ہے لیکن قرآن کی تفسیر اس میں ہرگز نہیں ہے۔ایک دفعہ مولانا یوسف بنوریؒ صاحب مرحوم کا عالم عرب کے ایک مؤقر جریدے کے دفتر میں علامہ جوہری طنطاویؒ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔جنکی تفسیر الجواھر کا چرچا ان دنوں بہت گرم تھا۔علامہ طنطاوی مرحوم سے حضرت بنوریؒ صاحب کا تعارف ہوا تو انہوں نے مولانا صاحب سے پوچھا کہ آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟مولانا نے فرمایا کہ ہاں اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کرسکتا ہوں علامہ طنطاوی صاحبؒ نے رائے پوچھی تو مولانا صاحبؒ نے فرمایا آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کرام کے لئے احسان عظیم ہے کہ اس میں سائنس کے بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئے ہیں سائنس کی کتابیں چونکہ عموماً انگریزی زبان میں ہوتی ہیں اور علماء کرام ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے آپ کی کتاب علماء دین کے لئے سائنسی معلومات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے اس سلسلہ میں آپ کے طرز فکر سے مجھے اختلاف ہیں آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر جدید کے سائنسدانوں کے نظریات کسی نہ کسی طرح قرآن سے ثابت کردیا جائے اور اس غرض کے لئے بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ اصول، قواعد اور ضوابط کے خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں آج آپ سائنس کی جس نظریئے کو قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں بعید نہیں وہ کل خود سائنسدانوں کے نزدیک غلط ثابت ہوجائے کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قرآن کریم کی بات (معاذاللہ) غلط ہوگئی۔مولانا صاحب نے یہ بات ایسے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمائی کہ شیخ طنطاوی مرحوم بہت متاثر ہوئے اور فرمایا "یاایھا الشیخ الست عالم ھندی وانما انت ملك انزل الله من السماء لاصلاحی" مولانا! آپ کوئی ہندوستانی عالم نہیں بلکہ آپ کوئی فرشتہ ہیں جسے اللہ نے میرے اصلاح کے لئے نازل کیا ہے۔

مناہل العرفان اور سائنسی اصول اور قواعد:

بعض علماء نے تو امام رازیؒ کی "تفسیر کبیر" پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے "فیه کل شئی الاالتفسیر" یعنی اس میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ "تفسیر کبیر" کے بارے میں یہ جملہ مبالغہ ہے۔اگر موجودہ دور میں کسی کتاب پر یہ جملہ کسی درجہ پر صادق آسکتا ہے تو وہ علامہ طنطاویؒ کی یہی "تفسیر

الجواہر ''ہوگی اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب تفسیر کی نہیں بلکہ سائنس کی کتاب ہے اور سائنس کی مفروضات کو قران سے ثابت کرنے کی شوق میں علامہ طنطاوی مرحوم نے اکثر جگہ ایات قران کی تفسیر میں ٹھوکریں بھی کھائی ہیں ۔تو علامہ طنطاویؒ سے یہ سلسلہ چل پڑا اور اب مصر کی ''جامعہ الازہر'' میں سائنس کی وقعت اور اہمیت جتانے اور وزن بڑھانے کے لئے ایک اور کتاب نصاب میں شامل ہیں یہ علامہ عبد العظیم الزرقانی کی کتاب ''مناهل العرفان فی علوم القران '' ہے جسے دار الاحیاء التراث بیروت نے شائع کیا ہے اور اب تو عام ملتا ہے کتاب میں قرانی آیات کی سائنسی تفسیر، تشریح اور توضیح بیان کرنے کے اصول تحریر کیے گئے ہیں دلیل یہ دیتے ہیں کہ جادو کا زمانہ تھا تو مقابلہ جادو سے کیا گیا فصاحت کا زمانہ تھا، تو مقابلہ فصاحت سے ہوا فلسفہ اور کلام کا زمانہ تھا تو قران کی کلامی اور فلسفیانہ تفسیریں لکھی گئی اب سائنس کا زمانہ ہے تو سائنسی تفسیر ضروری ہے ۔اس دلیل کی لغویت واضح ہے علامہ طنطاویؒ کی پہلی سائنسی تفسیر کا انجام سب جانتے ہیں زرقانیؒ صاحب کا خیال ہیں کہ قران عظیم پر صرف وہ سائنسی تحقیق کو منطبق کیا جائے جو قطعی دلائل سے ثابت ہوں اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہوں اس جملہ سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ موصوف سائنس کے فلسفہ سے آشنا نہیں ہے اگر وہ سائنس کے فلسفہ اور تاریخ سے آگاہ ہوتے تو انھیں یہ جملہ لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی '' سائنس کا ہر سچ اور نتیجہ ممکنہ ہوتا ہے کوئی اصول حتمی، اخری اور قطعی نہیں ہوتے ہیں''افسوس کہ عالم اسلام میں سائنس پر لکھنے والے عموماً سائنس کے اصولوں کا گہرا مطالعہ نہیں فرماتے صرف اس پر لکھنے کا خوگر ہوتے ہیں علامہ طنطاویؒ کی تفسیر کی انجام اور حقائق جاننے کے باوجود برصغیر، ترکی، عالم عرب اور پورے عالم اسلام کے جدیدیت پسند اور بعض راسخ العقیدہ علماء کرام قران وسنت کی سائنسی تفسیر، تشریح اور توضیح کے درپے ہیں جبکہ ان میں کوئی بھی مصلح سائنس کے مابعد الطبعیات پر گہری نظر نہیں رکھتے اور نہ مغربی فکر وفلسفہ اور اسکی تاریخ پر گہری گرفت ہے۔

التبیان میں قرآن کی سائنسی معجزات پر بحث ماڈرن مفکرین کا تتبع :

اس سلسلہ کی ایک کڑی علامہ الشیخ الصابونی مدظلہ کی التبیان بھی ہیں ۔اس میں علامہ صابونی صاحب مدظلہٗ ''وجوہ اعجاز القران'' بیان کرتے ہوئے ایک جگہ یوں عنوان لگاتے ہیں سادسا عدم التعارض مع العلم الحدیث اس عنوان سے مصنف علام کا مدعیٰ یہ ہے کہ قرانی معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ قران اور جدید سائنس و ٹیکنالوجی کے درمیان کوئی تعارض اور تصادم نہیں ہے پھر ایک اور جگہ یوں عنوان قائم کرتا ہے الفصل الثامن من معجزات القران العلمیہ (قران کے سائنسی معجزات) قران کے سائنسی معجزات کے تحت وہ بہت سے اشیاء سے بحث کرتے ہوئے دلیل کے طور پر قران کی آیاتوں کو مستدل بناتے ہیں اور اس بحث کی تحت ایک جگہ

لکھتے ہیں کہ ان تمام قرآنی آیات میں سائنسی ایجادات اور نظریات کے لئے تقویت باہم پہنچانے کی بات ہو رہی ہے۔ اور اس عنوان کے تحت مختلف باتیں ہیں لیکن ایک آیات وجعلنا من الماء کل شیء کے بعد لکھتے ہیں "فهو ابلغ ماجاء في تفسير حقيقة علمية ادرك العلماء سرها" یعنی یہ آیات اس سائنسی تحقیق کی تقریر و اثبات میں وارد ہونے والی آیاتوں میں سب سے زیادہ بلیغ ہے جسکے راز کو سائنسدانوں نے پا لیا ہے اور انہوں نے قرآن کے سائنسی معجزات پر لکھنے سے پہلے یہ لکھا ہے کہ قرآن کوئی سائنسی کتاب نہیں لیکن اس کے باوجود قرآن کریم بعض سائنسی اور مخفی حقائق سے خالی نہیں ہے ویسے تو علامہ صابونیؒ کی اکثر باتیں جو انہوں نے ان لیکچروں میں جمع کی ہے یا تو علامہ طنطاویؒ کی تتبع ہیں یا علامہ زرقانیؒ کا چربہ اس جگہ کے علاوہ کئی جگہوں میں کچھ تبدیلی الفاظ کے علاوہ وہیں باتیں ہیں ۔جو علامہ طنطاویؒ یا علامہ زرقانیؒ نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔ گویا علامہ صابونیؒ کی کتاب علامہ طنطاویؒ کی الجواهر اور علامہ زرقانیؒ کے مناهل کا خلاصہ ہے اور بعض سائنسی مباحث کا حصہ تو انہوں عفیف طبارہؒ کی کتاب الروح الدين الاسلامي سے نقل کی ہے ۔عجیب بات تو یہ ہے کہ ہم تو دعوی بھی کرتے ہے کہ سائنس کا موجد مسلمان ہے سائنس قرآن سے اخذ شدہ ایک علم ہیں لیکن جب ہم اپنے اکابر کے تفاسیر اور علوم القرآن پر لکھے گئے کتابوں کو اٹھاتے ہیں تو وہ اس طرح کے عنوانات اور ان جدید معجزات سے خالی دکھائی دیتے ہیں مثلا البرهان ،الاتقان تو اس میں یہ جدید عنوانات نہیں ہونگے جبکہ دعوی تو یہ ہے کہ ہم سائنس کے موجد ہے اور دعوی یہ بھی کرتے ہیں کہ قرآن نے یہ مسائل چودہ سو سال پہلے بیان کئے ہوئے ہیں لیکن منکشف اب ہوئے فیا للعجب اگر کوئی جید محقق، عالم اور ناقد التبیان کا بغور مطالعہ کر کے اس کا موازنہ ہمارے اکابر اور اسلاف کے دیگر کتابوں مثلا الاتقان لسیوطی ،البرهان لزرکشی فنون الافنان لابن جوزی ،الفوز الكبير شاه ولی الله سے کرائیں تو اسے اندازہ ہوگا کہ "التبیان" کے مصنف علام سے اس موضوع کے حوالے سے کہاں کہاں تسامحات ہوئے ہیں اور کہاں کہاں انہوں نے علماء کے سواد اعظم سے علیحدہ موقف اختیار فرمایا ہیں چونکہ ہمارا مقصود التبیان کے کل کے بجائے صرف ایک بحث "قرآن کے سائنسی معجزات" سے بحث اور اس پر مختصر تبصرہ کرنا ہے تاکہ ہم طلباء علماء کی توجہ اس طرف مبذول ہو کر اس موضوع پر امت کی صحیح راہنمائی کر سکیں ورنہ شیخ محمد علی صابونی مدظلہ کی کتاب اور خود شیخ صاحب کی علمیت اور بلند ذہنیت اس سے قطعا مستغنی ہے کہ مجھ جیسے علمی مایہ کا ایک بھکاری ان کی کسی تحریری آراء کی توثیق کرے یا اس کے علمی و تحقیقی اراء پر کوئی تنقیدی رائے کا اظہار کرے تاہم علوم دینیہ کے حاملین کو اس مسئلہ پر بحث و نظر کی دعوت دیتا ہے چونکہ قرآن اور سائنس پر لکھنے والوں کا بنیادی ماخذ اور مرجع مورلیس بوکائے کی کتاب The bible the quran and science ہیں۔ لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ "بوکائی ازم" سائنس کو قرآن کے مساوی درجہ دے کر سائنس کو تقدس کے مقام تک بلند کرنا اور وحی الہی مغربی سائنس کی

تصدیق کا محتاج بناتا ہے اس حقیقت سے قطع نظر کے قرآن سائنس تصدیق کا محتاج نہیں "بوکائی ازم" امت مسلمہ کو ایک بڑی سنگین مغالطہ کا شکار کر دیتی ہے کہ اگر کوئی سائنسی حقیقت قرآن سے ہم آہنگ نہیں ہوتی یا جدید سائنس کی روح سے غلط قرار پاتی ہے تو نعوذ باللہ قرآن باطل ثابت ہوگا جس طرح بوکائی نے بائبل کو قلم زد کیا ہے عصر حاضر یعنی ۱۷ ویں ،۱۸ ویں ،۱۹ ویں اور ۲۰ ویں صدی کے بعد تفاسیر اور علوم القران کے موضوع پر تحریر کئے گئے بعض کتب جدیدیت پسند مفکرین کے قلم سے لکھی گئی ہے ۔ان کے افکار و نظریات ماڈرن ازم اور بوکائی ازم کی راہ ہموار کرتی ہے ان مفسرین نے قدیم طریقہ تفسیر اور علوم القران کا قدیم طرہ امتیاز چھوڑ کر ایسی راہ اختیار کی ہے جو جدیدیت اور مغربیت کی آبیاری کر رہا ہے ۔آزادانہ طرز فکر معتزلہ سے ملتی جلتی اور عقل انسانی کو مطلق العنان سمجھ بیٹھے ہیں طنطاوی مرحوم نے چونکہ اخلاص کے ساتھ دین کے دفاع کے لئے اس طریق کار کو اپنایا تھا تا ہم خلوص کے ساتھ ساتھ علمیت کی بھی ضرورت ہے یعنی اسلامی علمیت کے ساتھ اپنے زمانے کی جاہلیت اور اس کے طریقہ واردات سے آگاہی بھی شرط لازم ہے وہ بھی آخر میں اس کام پر پشیماں تھے ۔تاہم ابلاغ دین کے لئے صحیح طریقہ اپنانا چاہئے نہ یہ کہ اس طرح راہ اختیار کی جائے کہ وہ راہ خود دین کے ابلاغ میں مد اور معاون بننے کے بجائے الٹا دین کے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔صاحب التبیان چونکہ خود دوسروں کے تتبع میں اس طرح کے راہ اپنائے ہوئے ہے۔علامہ طنطاوی اور علامہ زرقانی کے کتب سے اخذ و استفادہ کیا ہے لہٰذا وہ مخلص اور راسخ العقیدہ عالم دین ہیں تاہم ایسے مواد کو اپنے کتابوں میں شامل کرنا یا ایسے کتابوں پر تقریظات لکھنے والے اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ سائنس ایک ارفع و اعلیٰ علم ہے ۔علماء کرام کو اس طرح کتب پر تقریظ لکھنے میں احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے جس سے مغرب کی کسی فکر، کسی ادارے اور کسی نظریہ کو تقویت ملتی ہو کیونکہ علماء کرام کی اس طرح کے تصدیقات سے غلط فہمی پیدا ہونے کا شدید امکان ہے۔

قرآن نہ سائنس کی کتاب ہے نہ سائنس قرآن کا منشاء و مدعیٰ:

کیونکہ قران کریم نہ تو سائنس کی کتاب ہے اور نہ سائنسی تحقیقات قدیمہ اور جدیدہ کی طرف دعوت دیتا ہے تو موجودہ سائنسی تحقیقات و ایجادات کو عین منشاء قرانی سمجھنا اور ان مسائل پر تفسیر قران کی بنیاد رکھنا بڑی جسارت ہے۔پھر سائنسی تحقیقات، ایجادات سہولیات اور ترقیات سے مرغوب بلکہ مغلوب ہو کر یہ دعویٰ کرنا کہ چودہ صدیوں تک امت اس صحیح معنی کو نہ سمجھ سکیں اور اب سائنسدان نے اس حقیقت کو آشکارا کیا نہایت ہی ظلم گھناونی جسارت ہے بعض قدیم مفسرین سے بھی اس سلسلہ میں لغزشیں ہوئی ہے کہ انہوں نے قدیم فلسفہ (یونانی فلسفہ) کے نظریات کو دیکھتے ہوئے کسی آیات کی تاویل کی لیکن آگے تحقیقات اس کے بالکل برعکس نکل آئیں جس سے لوگوں کی اعتقاد ڈگمگانے لگے جب کہ حقیقت یہ تھی کہ اسلام اور قران سے ان نظریات کا کوئی دور کا تعلق بھی نہ تھا اور آج سائنس زدہ

طبقہ نے تو حدود پار کیئے ہوئے ہیں۔کوئی جدید سائنسی نظریہ آتا ہے تو وہ انہی قران کریم کی کسی نہ کسی آیات میں اسے ملتا ہے پھر دعوی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قران نے آج سے چودہ سو سال پہلے فلاں آیات نے اس کی تصدیق کی ہیں۔آج معجزہ قرانی اشکارا ہوئی قران کریم میں وہ چیزیں تلاش کرتے ہیں جو قران کا موضوع ہی نہیں کوئی فلسفہ، کوئی نظریہ، کوئی مفروضہ، نئی تحقیق نئی ایجاد سامنے آتا ہے تو ہمارے جدیدیت پسند مفکرین و دانشور اسکو زبردستی قران کریم میں ٹھونس کر بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ قران نے چودہ سو سال پہلے اسکی خبر دی تھی اور اس سے قران کی اعجاز ثابت کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے قران کریم نے اگر ان "حقائق کونیہ" کی طرف جب کبھی اشارہ فرمایا ہے تو اس مقصد تذکیر و موعظت ہیں نہ کہ تسخیر کائنات کی موجودہ شکل نہ کہ تمتع فی الارض کی موجودہ صورت کیونکہ سائنسی علیت اور اسلامی علیت میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

اسلامی علیت اور مغربی علیت میں فرق:

اسلامی علیت کا بنیادی ماخذ وحی الٰہی یعنی قران وحدیث ہے اور جاہلیت جدیدہ خالصہ یعنی تہذیب مغرب کی علیت کا ماخذ وحی بیزار عقل، مذہب دشمن جذبات اور نفسانی خواہشات ہیں۔اس وحی بیزار عقل، مذہب دشمن جذبات، اور نفسانی خواہشات نے جس علیت کو جنم دیا وہ جدید سائنس (نیچرل وسوشل) کے نام سے پہچانی جاتی ہے ۔ماخذ علم کے اس بنیادی اور اساسی اختلاف کے باوجود جدیدیت پسند مفکرین اور بعض راسخ العقیدہ علماء کرام نے بعض جزوی مشابہتوں کی بناء پر بعض خطرناک نتائج اخذ کیئے ہیں۔اسلام میں بعض معاملات کو مشورہ کے ذریعے طے کرنے کی اجازت کو "اسلامی جمہوریت" بنا دینا اور صرف سود کی بعض شکلوں سے بچتے بچاتے بینکاری کے مروجہ نظام کو "اسلامی بینکاری" قرار دینا اور اسی طرح، کائنات پر غور وفکر، یقیناً قرآن کا ایک اہم موضوع ہے اور جدید سائنس تو اسی مقصد کے لئے وجود میں آئی ہے۔عنوان کی اس مشابہت کی وجہ سے بہت سے مسلم جدیدیت پسند مفکرین سائنس کے اس قدر دلداہ ہوئے کہ یہاں تک کہنے لگے کہ سائنس تو قرآن سے نکلا ہوا علم ہے اور مغرب نے تو سائنس سیکھی ہی مسلمانوں سے ہے، جب وہ اندلس کی درس گاہوں میں پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔پھر مسلمانوں میں سائنسدانوں کے نام گنوائے جانے لگے، اور اسلام اور سائنس کے عنوان سے کتابیں لکھی جانے لگیں اور بعض تو یہاں تک بڑھے کہ اسلامی سائنس کی بنیادیں رکھنے لگے اور کئی ایک اس سے بھی آگے سائنس کو اسلام اور اسلام کو سائنس تک ثابت کرنے سے نہ ہچکچائے۔غلام قومیں شاید اپنے آقاؤں کے سامنے اسی طرح بچھتی رہی ہونگے اس سارے فسانے میں اس بات پر غور کرنے کا ہمیں موقع ہی نہ ملا کہ جو سائنس مغرب نے قرآن سے اخذ کرلی ہے وہ قرآن پر ایمان رکھنے والے اور قرآن کے ایک ایک لفظ کو مقدس کلام اللہ ماننے والے مسلمان خود قرآن سے کیوں اخذ نہ کرسکے؟ اور یہ کہنا کہ اسلام سائنس کا خالق ہے جیسا کہ ہمارے جدیدیت پسند مفکرین کہتے ہیں اب

تو سوال یہ ہے کہ اگر قران ہی سے تجرباتی علوم نکلے ہیں تو ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء کرامؑ نے قرآن کی آمد سے پہلے دنیا کو ان تجرباتی علوم سے کیوں محروم رکھا؟ اگر یہ علوم قرآن میں تھے تو ان کا سب سے بہترین فہم صحابہ کرامؓ رکھتے تھے تو صحابہؓ اور تابعینؒ میں سے کسی ایک سائنسدان کا نام تو بتا دیا جائے اگر صحابہؓ جو خیر القرون میں تھے سائنس قران سے برآمد نہیں کر سکے یا تو ان کا فہم دین ناقص تھا (نعوذ باللہ) یا انھیں جہاد کے باعث فرصت نہ ملی یا انکے علوم ہم تک منتقل نہیں ہوئے کیونکہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور تبع تابعینؒ، اور اسلام کی پہلی تین فضیلت یافتہ نسلیں (خیر القرون) ، ائمہ کرام ، فقہائے عظام محدثین کبار قران مجید کی تفسیریں کرتے ہوئے ان آیات کی کیا تشریحات پیش کرتے رہے جدید سائنس کی ایجاد سے پہلے کسی تفسیر اور تشریح میں یہ موضوعات تو کبھی اس طرح زیر بحث نہ آسکے۔

کائنات پر غور اور فکر اسلامی اور الحادی مقاصد میں فرق:

لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں زندگی کے باقی شعبوں کی طرح علمیت بھی "جاہلیت جدیدہ خالصہ" سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی کئی لوگوں نے قرآن مجید میں علم کی اہمیت وفضیلت کی آیات کو نیچرل سائنس اور سوشل سائنس پر منطبق کر دیا اور بہت سے لوگ خاص اس موضوع "یعنی قرآن مجید میں تخلیق ارض وسماوات پر غور وفکر" کو جدید سائنس کا ہم مقصد سمجھنے لگے کہ جدید سائنس بھی کائنات پر غور وفکر اور تدبر کے دروازے کھولتی ہیں عنوان تو بے شک ایک جیسا یا ملتا جلتا ہے، لیکن حقیقت میں یہاں کتنا بڑا اختلاف اور تضاد موجود ہے، قرآن مجید اور جدید سائنس کے "کائنات پر غور وفکر" کے مشترکہ عنوان میں زمین اور آسمان کا فرق ہے قرآن مجید زمین اور آسمان پر غور وفکر کی طرف اس مقصد کیلئے عقل و ذہن کو متوجہ کرتا ہے کہ اولاً مخلوق پر تدبر سے خالق پر ایمان ویقین پیدا ہو اور اگر موجود ہے تو مضبوط و مستحکم ہو اور ثانیاً تخلیق اول سے تخلیق ثانی پر اعتماد ہو اور آخرت کا وقوع اور بعث بعد الموت کی حقیقت کو سمجھنا قریب الفہم اور آسان ہو جائے۔ جب کہ سائنس دانوں کا یہ عالم ہے کہ وہ بالعموم کائنات پر غور وفکر کرتے ہوئے مخلوق (creature) کا لفظ تک استعمال کرنے سے گریزاں رہتے ہیں، کیونکہ اس لفظ ہی سے کسی خالق کا تصور ذہن میں زندہ ہوتا ہے اور پھر خالق کائنات کی معرفت و پہچان کی چاہت دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ عام طور پر سائنس کی کتابوں میں مخلوق (creature) کی بجائے (Nature) کا لفظ استعمال کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یا تو یہ کائنات قدیم، ازلی اور ابدی ہے اور الگ سے اس کا کوئی خالق ہے ہی نہیں یا پھر سائنس دانوں کا نقطہ نظر یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی خالق تھا بھی، تو یا تو (نعوذ باللہ) وہ باقی نہیں رہا اور اگر موجود بھی ہے تو وہ کائنات کے نظم ونسق سے لاتعلق ہے اور اب یہ کائنات اپنے ہی زور پر چلے جا رہی ہے۔ اسی طرح سائنس میں کائنات پر غور وفکر کا مقصد آخرت کی یاد کو تازہ کرنا اور پھر جہنم سے نجات اور جنت کی چاہت پیدا کرنے کیلئے

نہیں بلکہ کائنات پر انسانی قبضہ وکنٹرول کو ممکن بنانے کیلئے ہوتا ہے۔تسخیر کائنات اور پھر"تصرف فی الارض"اور "تمتع فی الارض"کو زیادہ سے زیادہ ممکن بنانا اور اسی کو بطورِ انسانی مقصدِ حیات کے قبول کرتا ہے۔

قرآنی اندازِ تدبر کے مقاصد واہداف:

یوں قرآنی اندازِ تدبر اگر انسان کو مخلوق کی محتاجی اور خالق کی صمدیت پر ایمان میں مدد دیتا ہے اور تخلیق اول سے تخلیقِ ثانی کا ثبوت دیکر آخرت کی فکر کو تازہ رکھتا ہے تو سائنسی اندازِ غوروفکر ایمان باللہ اور آخرت کی یاد سے غافل کر کے دنیا پر انسانی حاکمیت اور اسے مادہ پرستی میں مست کر دیتا ہے کائنات پر غوروفکر میں قرآن کا منہج یعنی غوروفکر سے خالقِ کائنات کے وجود اور عظمت کی نشاندہی اور بعث بعد الموت کی تذکیر جو کہ تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے دو بنیادی مقاصد رہے ہیں۔

سائنسی منہاج غوروفکر:

جدید سائنس کے منہج غوروفکر سے بالکل مختلف نتائج کا حامل ہے اسی لئے دونوں علمیتوں کے ہاں اپنے اپنے منہاج کی اہمیت اس قدر زیادہ اور لازمی ہے اگر منہاج تبدیل ہو تو نتائج بھی مختلف بلکہ متضاد حاصل ہوتے ہیں۔اس لئے اسلام اور سائنس دونوں اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل نہ ہونے پر اپنے ماننے والوں کے غوروفکر کو فضول ،بے فائدہ،دولت اور صلاحیت کا ضیاع سمجھیں گے،اسی طرح اگر کائنات پر غوروفکر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر ایقان حاصل نہ ہو بلکہ دنیا میں انسان ایسا مست ہو کہ اللہ کی توحید سے نابلد اور آخرت کی یاد سے غافل ہو جائے تو ایسا"تصرف فی الارض" انسان کو جنت سے دور اور جہنم سے قریب کر دیتا ہے،جبکہ جدید سائنس کے نزدیک اگر غوروفکر کے نتیجے میں"تصرف فی الارض"اور"تمتع فی الارض" میں اضافہ نہ ہو تو ایسا غوروفکر کسی کام کا نہیں۔آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ روزانہ دنیا کی ہزاروں یونیورسٹیوں سے تعلیم پانے والے سائنس کے لاکھوں طلباء جو تحقیق کرتے ہیں۔اس کو پذیرائی اور قبولیت پانے یا نوبل انعام کا حق دار بننے کے لئے کوئی ایسی نئی ایجاد ضروری قرار پاتی ہے جو جدید سائنس کے بنیادی مقصد تصرف فی الارض میں اضافہ کا باعث بنے۔

نزول قرآن کا اساسی مقصد:

ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ کائنات میں غوروفکر کا اصل مقصد توحید اور آخرت کی یاد کو تازہ کرنا ہے، لیکن اضافی حیثیت میں اگر اشیائے کائنات سے استفادہ بھی ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟تو جواباً عرض ہے۔کہ جس طرح قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصد اور اسے تلاوت کرنے کا اساسی مطلب صراط مستقیم،تزکیہ نفس اور اطمینان قلب کا حصول ہے،لیکن آیات قرآن مجید پر تدبر سے بے شمار ضمنی اور اضافی فوائد اور معلومات کا خزینہ حاصل بھی ہو سکتا ہے۔اب اگر کوئی شخص قرآن مجید تو بہت زیادہ تلاوت کرے،لیکن اس کا یہ پڑھنا حلق سے نیچے نہ

اترے اسی طرح انسان ہدایت اور ایمان کی تلاش میں قرآن نہ پڑھتا ہو بلکہ نئی سے نئی معلومات کے حصول یا پڑھ پڑھ کے لوگوں پر دم کرنے اور ان سے مال کمانے کا کام لیتا رہے تو قرآن مجید سے ہدایت وایمان تو نہ ملے گا، البتہ اضافی فائدے ضرور حاصل ہو جائیں گے جو کہ صرف اور صرف خسارے کا سودا ہے اور جہنم کا راستہ۔ لیکن اگر اصل مقصد ایمان وہدایت قرآن سے حاصل کرے اور پھر اگر بعض جائز اور اضافی فوائد بھی حاصل کرلے تو اس میں حرج کی بات نہ ہوگی۔ بعینہ اگر کوئی شخص کائنات پر غور وفکر کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت کی زندگی پر ایمان بناتا ہے۔ اور پھر اس غور وفکر سے بعض اضافی فوائد بھی حاصل کر لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا، اگر سرے سے بنیادی مقصد ہی بدل جائے تو کائنات پر غور وفکر کا عنوان مشترکہ ہونے کے باوجود ایک جنت کی راہ ہوگی اور دوسری جہنم کی راہ۔ اس ساری بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کائنات پر غور وفکر قرآن اور جدید سائنس کا مشترکہ موضوع ہونے کے باوجود اپنے مقاصد وماخذ علم کے اعتبار سے متضاد علوم ہیں۔ اس طرح اسلامی سائنس ایک ایسی چیز ہے جیسے "اسلامی عیسائیت" اور اسلام اور سائنس میں مشترکہ نکات کی تلاش ایک ایسا عمل ہے جیسے اسلام اور عیسائیت میں جزوی مشترکہ نکات ڈھونڈ کر اصل اور بنیادی مباحث ایمانیات اور مقاصد حیات سے صرف نظر کیا جائے اور جزوی مشابہتوں کو نہ صرف تلاش کیا جائے بلکہ ان کی بنیاد پر کل میں اتفاق بھی مانا جائے۔ الغرض ہم سائنس کو اس وقت تک قابل مذمت سمجھیں گے، جب اس کا مقصد موجوداتِ کائنات کو ان کے اصل مقاصد (رجوع الی اللہ وتذکیر آخرت) سے پھیر کر محض دنیوی مفادات حاصل کرنا رہ جائے۔ البتہ اصل مقاصد کے حصول اور اللہ پر ایمان کے بعد سائنس سے دنیوی تصرفات حاصل کرنے کی کوشش غلط نہ ہوگی۔ یہ ٹھیک ہے کہ قرآن بھی کائنات پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور جدید سائنس بھی یہی عنوان رکھتی ہے مگر قرآن کی دعوتِ فکر خالقِ کائنات کی طرف متوجہ کرنے اور بعث بعد الموت کو یاد کرنے کے لئے ہے جبکہ سائنس کا مقصدِ فکر تسخیر کائنات اور تصرف وتمتع فی الارض اور انسان کو کائنات کا حاکم وبادشاہ بنانے کے لئے ہے۔

کیا سائنس اللہ تک پہنچنے کی سیڑھی ہے؟

اس ساری تفصیل کے بعد بھی کچھ لوگ اس خوش فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں کہ ہم جدید سائنس کو خدا تک پہنچنے اور آخرت کی یاد کو زندہ کرنے کیلئے سیڑھی کے طور پر استعمال کریں گے تو یاد رکھنا چاہئے کہ اولاً: اگر انسانی علم وعقل کوئی ایسی سیڑھی بنا سکنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتی جو آسمانی خزانوں تک پہنچ پاتی تو رب ذوالجلال والاکرام کو آسمانوں سے وحی اتارنے کی ضرورت نہ ہوتی جیسا کہ مغرب کے سائنس دان یہی سمجھتے ہیں کہ انسانی علم وعقل ہی حقائق تک پہنچنے کا حتمی ذریعہ ہے تو وہ وحی کے نور کو اپنے لئے غیر ضروری جانتے ہیں۔ ثانیاً: جہاں جہاں سائنسی علمیت (نیچرل اور سوشل سائنس) کا غلبہ ہوتا چلا جاتا ہے، وہاں انسانی انفرادیت، معاشرت اور ریاست، وحی

بیزار عقلیت اور مذہب دشمن جذباتیت اور نفسانی خواہشات حرص وحسد سے بھرتے چلے جاتے ہیں۔اس لئے کہ ہر منزل تک پہنچنے کے لئے الگ اور خاص راستہ ہوتا ہے اور ہر مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنا وسیلہ اور ذریعہ ہوتا ہے۔اللہ تک پہنچنے کا راستہ انبیاء کرامؑ بتاتے ہیں اور وہ توحید وبندگی اور سنت واعمال صالحہ کا وسیلہ اور ذریعہ ہے ،نیز مؤمنانہ بصارت وموحدانہ بصیرت سے کائنات پر غور وفکر ،اس مقصد کے حصول میں معاون ہوتا ہے جبکہ سائنس ایک ایسا ذریعہ اور وسیلہ ہے جو خود انسان کو آقائے کائنات (Master of the universe) بنانے کیلئے تراشا گیا ہے اور اس کے لئے انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام نیز توحید وبندگی اور سنت واعمال صالحہ کی کوئی اہمیت اس ذریعہ میں باقی نہیں رہتی اور سائنس میں ترقی کا مقصد خواہشات نفس کو پورا کرنے کی سعی کرنا ہے ،نہ کہ احکام الٰہی کی بجا آوری میں محنت کرنا۔بہر کیف آج ہمارے مشائخ عظام اور علماء و محققین کرام پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بزرگوں کے روایات کے مطابق معاشرے میں وراثت نبوت کا کردار ادا کریں چونکہ معاشرے میں مادیت، دھریت ،دجالیت ،طاغوتیت ،جاھلیت ،فحاشی ،عریانی ،تاریکی اور ظلمات پھیلانے میں سائنس کا اہم کردار ہے جو چیز خود سرتا پا اندھیرا ہی اندھیرا ہوں وہاں علماء کرام بھی اس میں اپنا پناہ گاہ بنالیں اور اس اندھیرے کے پہلو میں سائنس اور ترقی کی تلاش میں لگ جائیں تو وہ علماء دوسروں کو کونسا روشنی دے گی میں یہ نہیں کہتا کہ علماء کرام سائنسی ایجادات سے کوئی فائدہ نہ اٹھائیں وہ ضرور فائدہ اٹھائیں مگر اضطرارا ان علماء کو ان روشنی نما اندھیرے سے لطف اندوز ہونا نہیں بلکہ انہی کے انہدام ،تعاقب ،محاسبہ اور اسلامی محاکمہ کے لئے اس سے بقدر ضرورت استفادہ کرنا چاہئے نہ یہ کہ اسے قرآن سے ثابت کرنے اسے معجزانہ قرآنی کہنے میں لگ جائے علماء کرام کو چاہئے کہ سائنس اور فلسفہ سائنس اور تاریخ سائنس کا گہرا مطالعہ کریں کہ مغرب کے اس ترقی کا پس منظر کیا ہے مغرب کے اس سائنسی ترقی کے پیچھے سرمایہ کارفرما ہے اگر سائنس سے یہ سرمایہ ایک منٹ کے لئے ہٹا دیا جائے تو یہ ساری ترقی سیکنڈوں میں ملیا میٹ ہو جائیں گے اور یہ ترقی مغرب کے لوٹ کھسوٹ اور ظالمانہ راج اور استعماریت کے بل بوتے پر ہی قائم ہیں اس سودی سرمایہ کی وجہ سے سائنس کی چمک دمک برقرار ہے۔خلاصہ بحث یہ کہ قرآن کی سائنسی تفسیر کے نتیجے میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آئیں گی۔ (۱) سائنس قرآن کی تصدیق وتکذیب کی کسوٹی (۲) قرآن سائنس کی درسی کتاب کے مترادف (۳) قرآن سائنس کا خادم (۴) آیت قرآنی کے معانی کی محدودیت (۵) روحانی اور اخلاقی حکمتوں سے صرف نظر (۶) آیات قرآنی کی بے جا تاویل وتحریف لہذا قرآن کی سائنسی تعبیر و تشریح قرآن کی غلط تاویل اور معنوی تحریف کا باعث بن سکتی ہے اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

مولانا سجاد الحجابی*

مناظرے کا دینی مقام اور تاریخی پس منظر

مولانا مفتی محمد سجاد الحجابی علم وتحقیق کے حوالے سے ایک جانا پہچانا نام ہے' علوم عربیہ' عقلیہ ونقلیہ کی تدریس میں منفرد مقام کے حامل ہیں' عربی زبان وانشاء کے صاحب طرز ادیب ہونے کیساتھ مختلف نادر مخطوطات پر تحقیق وتخریج اور قدیم علمی ورثہ کی اشاعت نیز ان سے استفادے جیسے قابل تقلید خدمات انجام دے رہے ہیں' زیر نظر مقالہ ان کے ذوق تحقیق اور کتاب شناسی کا آئینہ دار ہے۔ (ابن مدنی)

الحمد لله رب العالمين والصلا والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه جمعين۔ واما بعد !

اس میں شک نہیں ہے کہ "مناظرہ" کے اصول وقواعد کتاب اللہ عزوجل اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مستنبط ہے اجماع بھی مناظرہ کو مشروع جانتا ہے اور صحابہ کرام کا عمل بھی اسی پر ہے۔

قرآن کریم میں مناظروں کا جا بجا ذکر ہے خود حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں سے مہذب انداز میں گفتگو فرما کر حق واشگاف کیا، کئی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اہل بدعت سے مناظرے فرمائیں جیسا کہ خوارج سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مناظرہ مشہور ہے۔

فرقہ قدریہ جب زور پکڑنے لگا اور ان کیافکار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں دارالخلافہ دمشق پہنچنے لگے، تو انہوں نے غیلان بن مسلم کے ساتھ تقدیر کے عقیدہ پر مناظرہ رکھا، دونوں طرف سے دلائل پیش ہوئے، جس میں حق فتح یاب ہوا غیلان بن مسلم نے اپنے باطل عقیدے سے توبہ کرلی، جس کے الفاظ کو تاریخ نے سنہری حروف میں نقل کیا ہے، غیلان کہنے لگے:

"یاامیر المومنین لقد جئتك ضالا فهديتني ، واعمى فبصرتني ، و جاهلا فعلمتني، والله لاتكلم فى شئى من هذا الامر أبداً (۱)

"اے امیر المومنین! آپ نے مجھے راہ راست پر لایا حالانکہ میں بھٹکا ہوا تھا، آپ نے مجھے صاحب بصیرت بنا دیا، حالانکہ میں راہ سے آندھا تھا اور آپ نے مجھے علم دیا، حالانکہ میں جاہل تھا۔ اللہ کی قسم آئندہ کبھی بھی اس

---

* دارالعلوم تر شک مردان

معاملے میں بات پرس اور گفتگو نہیں کروں گا"۔

ائمہ اربعہؒ نے تو اپنے اپنے دور میں اہل بدعت کے ساتھ خوب خوب مباحثے و مناظرے کیے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ خود فرماتے ہیں کہ میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ گیا ہوں اور کئی کئی مہینے رک کر اہل بدعت سے مناظرہ کیے ہیں۔(۲)

بلکہ امام اعظمؒ کے "مناظرات عقیدیہ وفرعیہ" کا تاریخ نے ایک معتد بہ حصہ نقل بھی کیا ہے، جو ایک مستقل کتاب میں جمع ہو سکتے ہیں۔امام شافعیؒ کا "حفص الفرد" سے مناظرہ،امام مالکؒ کا "استواء" کے مسئلہ پر جہم بن صفوان سے مباحثہ،امام احمدؒ کا معتزلہ کے خلاف معتصم باللہ کے دربار میں خلق قرآن کے مسئلے پر گفتگو تاریخ کے کسی بھی طالب علم سے مخفی نہیں ہے۔

مناظرہ کے مشروعیت پر اجماع کے متعلق محدث جلیل خطیب بغدادیؒ "کتاب الفقیہ والمتفقہ" میں یوں رقم طراز ہیں: "| وجدنا ھل العلم فی کل عصر یتناظرون و یتباحثون، ویحتج بعضھم علی بعض"

"اور ہم ہی نے ہر زمانے میں اہل علم کو آپس میں مناظرہ اور مباحثہ اور ایک دوسرے پر دلائل پیش کرتے ہوئے پایا"

پھر آگے جا کر فرماتے ہیں:

"وقد وجدنا الائمہ متفق علی حسن المناظرۃ فی ھذہ المسائل و عقد المجالس بسببھا (۳)

"اور ہم نے ان مسائل میں حسن المناظرہ پر اور انہی مسائل کے سبب مجالس کے انعقاد پر ائمہ کرام کو متفق پایا"

لہذا مناظرہ اگر اپنے شرائط کے ساتھ ہو، تو اس کی مشروعیت میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے، جب کہ فقیہ الامت امام حصکفی، تو اسے عبادت قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"والمناظر فی العلم لنصر الحق عباد"(٤) "علم میں حق کی خاطر مناظرہ کرنا عین عبادت ہے"

لیکن اگر مناظرہ کے شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس سے احتراز برتنا چاہیے، چنانچہ بعض سلف صالحین ایسے مناظروں سے بچتے رہتے تھے، جو صدق نیت پر مشتمل نہ ہو۔

ہاں !اگر مناظرہ صدق نیت اور احقاق حق کے ارادے سے ہو، تو اس کے بہت سارے فائدے بھی ہیں مثلا:

(۱) حق کا باطل سے جدا ہونا، چنانچہ امام ابوالولید الباجی المالکی لکھتے ہیں:

"ھذا العلم (علم المناظر)من أرفع العلوم قدرا واعظمھا شأنا ، لانه السبیل الی معرفة الاستدلال و تمیز الحق من المحال ، ولولا صحیح الوضع فی الجدل لما قامت حجة ولا اتضحت محجه ولا علم الصحیح من السقیم ولا المعوج من المستقیم(٥)

"علم المناظرہ باقی علوم سے قدر ومنزلت کے اعتبار سے اعلی مقام رکھتا ہے، کیونکہ یہ ہی ایک ایسا راستہ ہے، جس کے

ذریعے صحیح استدلال کی معرفت اور باطل سے حق کی امتیاز کی جاتی ہے"

(۲) مناظرے سے تشحیذ اذہان ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

"رایت ملاحه الرجال تلقیحا لالبابهم (٦) 'میں لوگوں کا آپس میں مباحثہ انکے عقول کی زرخیزی اور دانش مندی سمجھتا ہوں'

اور راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"فان الجدال مع ما فیه قد یوقظ الفهم "(۷) " کچھ شرائط کے ساتھ بحث ومباحثہ فہم کو زرخیزی بخشتا ہے"۔

(۳) مذاکرہ علم یعنی گفتگو سے مذاکرہ علم ہوتا ہے جس کی بدولت دقائق کی گتھیاں سلجھ جاتی ہے اور وسعت معلومات کا سبب بنتا ہے۔(۴) اصل مصادر ومراجع کی طرف رجوع کی مشق (۵) اسلام اور حق کا بول بالا (۶) علوم کی تنقیح وفہم بھی مناظرہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۷) کثرت تالیف: چنانچہ مخالفین کی طرف سے جو کتابیں لکھی جاتی ہے اہل حق کی طرف سے اس کی جوابات تحریر کیے جاتے ہیں، جو کثرت تالیف کا سبب ہے۔ (۸) اور اس زمانے میں سب سے بڑا فائدہ مناظرے کی وجہ سے اہل باطل کے سامنے ایک بند باندھی جاتی ہے، جس سے اہل باطل رک جاتے ہیں اور اہل حق میں خاص کر عوام الناس گمراہی کی طرف نہیں جاتے۔

اس کے علاوہ بھی مناظرہ کے بہت سارے فوائد ہیں، دوسری جانب اگر مناظرہ نیت فاسد سے منعقد کیا جائے، تو اس کے نقصانات بھی کم نہیں۔ مثلا: (۱) اس سے بغض وعداوت بڑھتا ہے۔(۲) کثرت غیبت کا سبب بنتا ہے۔ (۳) نیت کے فساد کیلئے سبب بنتا ہے۔ (۴) جھوٹ بولنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ چنانچہ "مناظر باطل" اپنے مدعی ثابت کرنے کیلئے جھوٹ گھڑنے سے نہیں کتراتا۔ (۵) گالم گلوچ تک نوبت پہنچنا۔

راقم کے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جب خصم دلائل کے جواب سے عاجز آجائے تو گالیوں پر اتر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مناظرہ میں طرفین کیلئے نیت کا درست کرنا نہایت ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سلف نے ایسے مباحثے سے منع فرمایا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"الجدال فی الدین ینشئ المراء، و یذهب بنور العلم من القلب و یقسی القلب و یورث الضغن"(۸)

"دین میں جنگ وجدال بدمزاجی کو جنتا ہے اور یہ دل کی بے نوری قساوت اور آپس میں حسد وکینہ کا سبب ہے"

اور حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "والخصوم مبدء الشر، وکذا الجدال والمراء، ینبغی للإنسان أن لا یفتح علیه باب الخصومة إلا لضرورة لابد منها"(۹)

"انسان کو کسی شدید حاجت کے بغیر ان خصومات سے روگردانی اور گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہی شر کی جڑ ہے"

درحقیقت اگر مناظرہ کو صحیح ودرست نیت سے کیا جائے تو اس کا ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ ہمارے اسلاف کا یہی شیوا تھا کہ جب اہل باطل حق کے راستے کیلئے مسلسل رکاوٹیں کھڑی کرتے تھے، تو اہل حق مختلف اندازوں سے

ان کا مقابلہ کرتے اور جب وہ باز نہ آتے تو مناظرے کو ترکش کے آخری تیر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔
امام المتکلمین شیخ اہل السنۃ ابوالحسن الاشعریؒ کا حال حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تحریر کر کے تبصرہ فرماتے ہیں:
"امام ابوالحسن کو مناظرہ اور بحث و استدلال کا پہلے سے ملکہ تھا اور یہ ان کا فطری ذوق اور خداداد صلاحیت تھی، مذہب حق کی حمایت کے جذبہ اور تائید الٰہی نے ان کی ان قوتوں اور صلاحیتوں کو اور جلا دیدی وہ اپنے زمانے کے عقلی سطح سے بلند تھے اور عقلیات و علم کلام میں مجتہدانہ دماغ رکھتے تھے"

معتزلہ کے سوالات و اعتراضات کا جواب وہ اس آسانی سے دیتے تھے جیسے کوئی کہنہ مشق استاذ اور ماہر فن، مبتدی طالب علموں کے سوالات کا جواب دیتا ہے اور ان کو خاموش کر دیتا ہے ان کے ایک شاگرد ابوعبداللہ بن خفیفؒ اپنی پہلی ملاقات اور ایک مجلس کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

"میں شیراز سے بصرہ آیا مجھے ابوالحسن اشعریؒ کی زیارت کا شوق تھا لوگوں نے مجھے ان کا پتہ دیا، میں آیا تو وہ ایک مجلس مناظرہ میں تھے وہاں معتزلہ کی ایک جماعت تھی اور وہ لوگ گفتگو کر رہے تھے جب وہ خاموش ہوئے اور انہوں نے اپنی بات پوری کر لی تو ابوالحسن اشعریؒ نے گفتگو شروع کی انہوں نے ایک ایک سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے یہ کہا تھا اور اس کا جواب یہ ہے تم نے یہ اعتراض کیا تھا اور اس کا جواب اس طرح ہے، یہاں تک کہ انہوں نے سب کا جواب دے دیا جب وہ مجلس سے اٹھے تو میں ان کے پیچھے پیچھے چلا اور ان کو اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا، انہوں نے فرمایا کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ یہ دیکھتا ہوں کہ آپ کی کتنی زبانیں ہیں کتنے کان اور کتنی آنکھیں ہیں (کہ آپ سب کی سنتے، سب کی سمجھتے، اور سب کا جواب دیتے ہیں) وہ یہ سن کر ہنس دیئے۔(۱۰)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کی سب باتیں تو سمجھ میں آئی مگر یہ نہ سمجھ سکا کہ آپ ابتداً خاموش کیوں رہتے ہیں اور معتزلہ کو گفتگو کا موقع کیوں دیتے ہیں آپ کی شان تو یہ ہے کہ آپ ہی گفتگو کریں اور اعتراضات کو خود رفع کر دیں۔

انہوں نے فرمایا کہ میں ان مسائل اور اقوال کو اپنی زبان سے ادا کرنا جائز نہیں سمجھتا البتہ یہ جب کسی کے زبان سے نکل جائیں، تو پھر ان کا جواب دینا اور ان اقوال کی تردید اہل حق کا فرض ہو جاتا ہے(۱۱)
علما دیوبند (کثر الله سوادهم) میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کے اہل بدعت سے مناظرے کسی پر مخفی نہیں ہے موضوع کے مناسبت سے ان کے دو مناظروں کی روئیداد نقل کیے دیتا ہوں، جن میں ایک مناظرہ سنبھل انڈیا میں فرقہ بریلویہ سے ہوا، جب کہ دوسرا مناظرہ آریہ سماج والوں سے بریلی میں ہوا۔
ان دونوں مناظروں کے احوال اگر چہ تھوڑے طویل ہے لیکن انشااللہ فائدے سے خالی نہیں۔

سنبھل کا مناظرہ:

مولانا خود فرماتے ہیں: کہ میرا قیام اس زمانے میں امروہہ میں تھا سنبھل میں مناظرے کے انتظامات کے سلسلے میں ضروری اطمینان حاصل کرنے کے بعد اگلے ہی مہینے (صفر ۱۳۴۷ھ) کے آغاز سے ہی اس مناظرے کے سلسلے میں تاریخ اور شرائط جیسی باتیں طے کرنے کے لیے اہل بریلی سے خط و کتابت شروع کر دی گئی ایک ایک رجسٹری انکاری واپس آنے کے بعد دوسری رجسٹری کا جواب ۲۴ صفر کو ان الفاظ میں ملا:

"خیر اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمد و رفت اور خورد و نوش کے خرچ کے منتظر ہیں لہٰذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور مقام مناظرہ کہ سنبھل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ آمد و رفت اور خورد و نوش کا خرچ نقد روانہ فرما دیجئے"۔

اس کے جواب میں فوراً ہی شرائط مناظرہ کی اپنی تجویز کیساتھ لکھا گیا، کہ ان شرائط کی بعینہٖ یا ترمیم و تنسیخ کیساتھ منظوری آنے کے بعد تاریخ مناظرہ طے کر دی جائے گی اور اس تاریخ سے ایک ہفتہ قبل زادِ راہ بھی حاضر خدمت ہو جائے گا۔ یہ رجسٹرد جواب ۲۶ صفر کو بھیجا گیا تھا۔ کوئی جواب نہ آیا تو ۱۱ ربیع الاول کو تقاضے کی ایک رجسٹری اور بھیجی گئی اور اس کے جواب میں بھی خاموشی رہی۔ تو تیسری ایک رجسٹری ۲۲ ربیع الاول کو حوالہ ڈاک ہوئی، تب جا کر ۲۷ ربیع الاول کو جواب آیا، خط و کتابت کا یہ بیان مختصر کرتے ہوئے، آخری بات یہ ہے، کہ جب مناظرے کیلئے ۲۲ تا ۲۴ جمادی الاولیٰ مقرر ہو گئی، اور ادھر سے حسب وعدہ سفر خرچ کا منی آرڈر بھی چلا گیا، تو بجائے کسی رسیدی جواب کے ایک اشتہار "بعنوان کھلا خط" ٹھیک ۲۱ جمادی الاولیٰ کو موصول ہوا جسکا مضمون یہ تھا۔

"جناب مولوی منظور حسن صاحب خصوصاً و جمیع وہابیہ سنبھل عموماً دور ضلع نینی تال میں جو قرارداد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرے کیلئے تیار تھا اور ہوں لیکن معلوم ہوا کہ تلمیذ رشید عزیز سعید شیر بیشہ اہل سنت مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی کے مقابلے میں آپکا سارا گروہ عاجز رہا۔۔۔۔۔۔

خدا عزوجل و رسول ﷺ نے عزیز موصوف کو آپ کے گروہ کے مقابلے میں پانچ روشن فتحیں اور آپ کے گروہ کو پانچ بار شرمناک شکستیں دی آپ اور آپکا گروہ سب عزیز موصوف کے مقابلے سے عاجز آ چکے، مناظرہ بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت کی فتح مبین اور وہابیہ کی شکست مہین پر ختم ہو چکا۔

لہٰذا وہ مناظرہ جو قرارداد ضلع نینی تال کے مطابق طے ہوا تھا ختم ہو چکا، کہ جو لوگ میرے تلمیذ سعید کے سامنے اپنا اسلام ثابت کرنے سے عاجز رہے، وہ میرے سامنے ایک فرعی مسئلہ علم غیب میں لب کشائی کا کیا حق رکھتے ہیں۔

اب بھی اگر مناظرہ کرنا ہو تو اسکی ایک تحریر دو کہ ہمارا سارا گروہ مولوی حشمت علی صاحب کے مقابلے سے عاجز رہا یا اپنے اکابر کو دیوبند و تھانہ بھون سے بلا تا کہ انکا عجز و فرار بھی ایسا ہی دکھا دیا جائے۔"

مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس اشتہار عام کے ذریعے اپنے نزدیک اس بات کا پکا انتظام کرلیا تھا کہ مناظرے سے جان چھوٹی، مگر اپنا جو عالم اس زمانے میں تھا، اسمیں اسکی کیا گنجائش تھی موصوف کو ایک نوٹس جوابی تار برقی کے ذریعے ۲۲ تاریخ کو دیا گیا۔ "فوراً آیئے، ہر قسم کی بہانہ سازی کو چھوڑ دیجئے ورنہ جملہ خرچے کے آپ ذمہ دار ہونگے"
اور اسکے بعد موصوف کو چاروناچار آنا پڑا، اگر چہ پھر بھی اتنی دیر ضرور لگادی کہ ۲۴ تاریخ کو پہنچے جو کہ مناظرے کا آخری طے شدہ دن تھا اور نتیجتاً یہ مناظرہ ۲۴ تا ۲۶ ہوا۔
موصوف آتو گئے، مگر مناظرے کیلئے خود کھڑے ہونے کو کسی طرح تیار نہ ہوئے، بلکہ اپنے ساتھ اپنے عزیز سعید، تلمیذ رشید مولوی حشمت علی صاحب کو لے آئے تھے انہی کو اپنا وکیل بنا کے کھڑا کیا، اور ان "عزیز سعید" نے پورے دو دن تو "سوال کچھ اور جواب کچھ" کے میدان میں اپنی مہارت دکھانے کا وہ منظر پیش کیا، کہ خود انکی جماعت شرم سے پانی پانی ہونے لگی، مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کا علم غیب تھا اور وہ اپنی جوابی تقریر میں بحث کا موضوع بنا ڈالتے تھے اکابر دیو بند کے اسلام اور کفر کو، موضوع بحث سے انکے فرار کی یہ کیفیت دو دن میں اتنی روشن ہوگئی، کہ بالآخر انکی جماعت کے سرغنہ بھی تاب نہ لا سکے اور انھیں مجبور کیا کہ موضوع پر بات کریں اور انکے دعوائے علم غیب کے خلاف جو دلیل پر دلیل مسلسل پیش کی جارہی ہے، اسکے جواب میں کچھ تو اپنی دلیل پبلک کے سامنے لائیں، اسکے نتیجے میں تیسرے دن انھیں بھی کچھ شرم آہی گئی، اور کوشش شروع کی، کہ دوسری طرف کی انکاری آیات واحادیث کے مقابلے میں کچھ ثبوت والی دلیلیں لائیں تو اس میدان میں چونکہ انکی گرہ بالکل ہی خالی تھی۔ ورنہ انکے استاذ شیخ الحدیث مولوی رحم الٰہی صاحب اس مناظرے میں آنے سے بچنے کیلئے وہ سب کچھ کیوں کرتے، جسکی تفصیل اوپر آئی، اسلئے اللہ تبارک وتعالی کی تائید ونصرت سے اس مناظرے کے آخری دن میں یہ باب بالکل ہی روشن ہوگئی۔ کہ عالم الغیب والشہادۃ صرف اسی کی ذات وحدہ لاشریک ہے اور کوئی بھی بندہ چاہے وہ نبی ورسول کے مرتبے کا ہو، بلکہ ان سب میں بھی اشرف وافضل کیوں نہ ہو، اسکے لئے علم غیب کی صفت کا دعوی کرنا قطعی طور پر خلاف قرآن وحدیث ہے۔ والحمدللہ تعالی وسبحانہ
امروہہ اور سنبھل کے مناظروں کی تفصیلی روئداد اسی زمانے میں "صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضاخانی"(۱۲) کے نام سے چھپ گئی تھی اور فائل میں موجود ہے، مگر یہاں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

آریہ سماجیوں سے مناظرہ

حضرت مولانا منظور نعمانی کا آریہ فرقہ سے کئی مناظرے ہوئے ان میں پہلے مناظرے کے احوال پیش ہے۔
مولانا خود لکھتے ہیں: "آریہ سماج والوں سے پہلے مناظرے کی نوبت بریلی میں آئی، یہ دسمبر ۱۹۳۲ء کی بات ہے میں قیام تو اس وقت تک بریلی میں نہیں ہوا تھا، لیکن وہاں کے مدرسہ مصباح العلوم میں میرے استاد حضرت مولانا

کریم بخش صاحب کے صاحب زادے مولانا عبدالحق صاحب کا صدر مدرس کی حیثیت سے تقرر ہو گیا تھا انہوں نے اس سال مجھے اپنے مدرسے کے سالانہ جلسے میں تقریر کیلئے مدعو کیا، میری تقریر کا عنوان تھا: "حضرت محمد ﷺ کی صداقت اور قرآن مجید کا وحی الٰہی ہونا"

تقریر کے دوران میں ایک صاحب اعتراض کے لئے یا کہئے سوال کرنے کھڑے ہو گئے، ان کے اعتراض نے بتایا کہ یہ آریہ سماجی ہندو ہے میں نے ان سے کہا کہ آپ میری تقریر کے بعد مجھ سے ملیں اور اپنی بات کہیں، تب میں جواب دونگا، وہ بعد میں ملے اور اپنا نام ماسٹر بلدیو پرشاد سورن بتایا اور مختصر گفتگو کے بعد انہوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا، جس کے بارے میں شہر کے دو معزز مسلمانوں نے ان سے بات چیت کر کے میری منظوری سے چھ دن کا مناظرہ طے کیا، جس میں پہلے تین دن میں قرآن پاک کا وحی الٰہی ہونا موضوع بحث ہوگا اور دوسرے تین دن میں وید کے بارے میں بھی بحث ہوگی، مگر اللہ تبارک وتعالی کی مدد سے پہلے تین دن میں یہ صورت حال ہوئی کہ خود ماسٹر صاحب کی طرف کے صدر جلسہ کو جو خود ہندو اور ایک کالج کے پرنسپل تھے۔ چوتھے دن ماسٹر صاحب پر رحم کھا کر یہ کہنا پڑا کہ مولانا صاحب آپ کا اور ماسٹر صاحب کا کوئی مقابلہ نہیں ہے، اس لئے مناظرے کے مزید جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں مناسب ہے کہ اب ختم کر دیا جائے اس طرح چوتھے دن ہی یہ مناظرہ خود ماسٹر صاحب کے اپنے صدر جلسہ کی فرمائش پر ختم ہو گیا فالحمد للہ اس کے بعد ان لوگوں سے بعض اور مناظرے ہوئے۔ جو ۳۴ء میں الفرقان جاری ہونے کے بعد میں ہوئے، اور انکی روداد الفرقان میں آئی اس دور کا بھی پہلا مناظرہ بریلی ہی میں مشہور سماجی پنڈت گوپی چند سے ہوا (۱۳)

میدان "علم المناظرہ" میں تصنیفی خدمات:

علم المناظرہ پر سب سے پہلی باقاعدہ مدون کتاب ایک جلیل القدر حنفی عالم، علامہ رکن الدین ابو حامد محمد العمیدی الفقیہ الحنفی، (۶۱۵ھ) نے "الارشاد" کے نام سے لکھی، امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) جو عمیدی صاحب "الارشاد" کے معاصر بھی ہے انہوں نے عمیدی پر کافی زیادات کیے۔

البتہ اس فن میں سب سے مشہور کتاب شمس الدین حکیم سمرقندیؒ (۶۰۰ھ تخمیناً) نے تحریر کی (۱۴)

اسکے بعد تو علم المناظرہ والجدل کے حوالے سے کافی کتابیں لکھی گئی، بطور فائدہ ان مفید کتابوں کی مختصر فہرست حاضر خدمت ہے۔

۱: الولدیہ فی آداب البحث والمناظرۃ، تالیف علامہ ساجقلی زادہ(م:۱۱۴۵ھ) مصطفی البابی مصر، ۱۹۶۱ء میں چھپی ہے انہوں نے اپنے ایک دوسرے کتاب ترتیب العلوم کے ص ۱۴۱ پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے (۱۵)

۲: شرح الولدیہ، تالیف: السید عبدالوھاب، یہ شرح بھی مصطفیٰ البابی، مصر سے چھپی ہے۔

۳: شرح الولدیہ، تالیف: امام آمدی

۴: شرح الولدیہ، تالیف: منلا عمر زادہ

۵: آداب البحث والمناظرة، تالیف:محمد بن اشرف سمرقندی(متوفی ۶۰۰ھ) مخطوط، مکتبہ جامعہ الملک سعود

۶: شرح آداب البحث والمناظرة،تالیف: کمال الدین مسعود رومی (متوفی ۹۰۵ھ)

۷: شرح آداب البحث للسمرقندی، تالیف: قطب الدین محمد الکیلانی (متوفی ۸۹۱ھ)مخطوط، مکتبہ جامعہ الملک سعود

۸: آداب البحث والمناظرة مع شرحہ للمؤلف تالیف:علامہ طاش کبری زادہ(متوفی ۹۶۳ھ) مخطوطة، جامعہ لملک سعود

۹: آداب البحث والمناظرہ، تالیف الشیخ محی الدین عبدالحمید الحنفی المصری (۱۳۹۲ھ)

۱۰: آداب البحث والمناظرہ، تالیف: محمد امین بن محمد المختار الشنقیطی (۱۳۹۳ھ) ،مطبوع: دارالعلم،جدہ۔

۱۱: آداب البحث مع التعلیق، تالیف: علامہ احمد مکی(من علما الزہر الشریف) ،مطبوع: جمعیة النشر والتالیف الازہریہ ، مصر۔

۱۲: الرسالة العضدیة، تالیف:عضدالدین والملة الایجی(متوفی ۷۵۶ھ)

۱۳: شرح الحنفی علی الرسال العضدی، تالیف:شمس الدین التبریزی (متوفی ۹۰۰ھ)مخطوط، جامعہ الملک سعود۔

۱۴: شرح العصام علی العضدیة ، تالیف:عصام الدین الاسفراینی(۹۴۳ھ)مطبوع، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

۱۵: الهدیة المختاریة شرح الرسالة العضدیہ، تالیف: امام عبدالحیء لکھنوی(۱۳۰۴ھ)ادارۃ القرآن، کراچی

۱۶: شرح ملا صادق علی العضدیة، تالیف: محمد صادق بن درویش، مطبوع: مکتبہ رحمانیہ، لاہور

۱۷: اصول الاستدلال و المناظرة، تالیف: الشیخ العلام عبدالرحمن حبنکة المیدانی، مطبوع دار القلم، بیروت۔

۱۸: علم الجدل فی علم الجدل، تالیف: نجم الدین الطوفی الحنبلی(۷۱۶ھ)

۱۹: الکافی فی الجدل، تالیف: امام الحرمین الجوینی(مت۴۷۸ھ)

۲۰: کتاب الجدل (علی طریقة الفقها) تالیف:ابوالوفا ابن عقیل البغدادی(۵۱۳ھ)

۲۱: المغنی، تالیف للأبهری ۲۲: المعونة فی الجدل ، تالیف للشیرازی(۳۹۳ھ)

۲۳: مقدمة النسفی اس کی سب سے اچھی شرح سمرقندی ہے

۲۴: تاریخ الجدل، تالیف: محمد ابو زهرة، مطبوع دارالفکر العربی

۲۵: عیون المناظرات تالیف:ابوعلی عمر السکونی(۷۱۷ھ)مطبوع:منشورات الجامع التونسیة ۱۹۷۶ء

۲۶: مناهج الجدل فی القرآن الکریم، تالیف: ڈاکٹر زاهر الألمعی مطبوع۔

۲۷: مناظرہ کے اصول وآداب، تالیف: مولانا سیف اللہ تونسوی، مطبوع۔

۲۸: اصول مناظرہ، تالیف مولانا الیاس گھمن صاحب۔

۲۹: اصول الجدل والمناظرة فی الکتاب والسنة، تالیف:ڈاکٹر حمد بن ابراهیم عثمان، مطبوع دارابن حزم۔

۳۰: الشریفیه فی المناظرة، تالیف: میرسید شریف جرجانی(۸۱٦ھ)

۳۱: الرشیدیة علی الشریفیة، تالیف: عبدالرشید جونپوری(۱۰۸۳ھ)

۳۲: الحاشیة اللکنویة علی الرشیدیة، تالیف: امام عبدالحئ لکھنوی، مطبوع: المطبع العلوی، لکھنو۔

۳۳: الحاشیة الحمیدیة علی الرشیدیة، تالیف: فیض الحسن بن علام فخرالحسن سھارنفوری۔

۳٤: خلاصة الرشیدیة تسھیل الشریفیة، تالیف: مولوی غلام مصطفی ایم۔او۔ایل مطبوع رفاہ عام، لاھور

۳۵: حمیدیه ترجمه رشیدیة، تالیف: مولانا عبدالقدوس قارن صاحب۔

احقر نے ان کتابوں کے لیے استقصا تو نہیں کیا ورنہ اور بھی کتابیں اس فن پر لکھی گئی ہے۔

آج کل ہمارے یہاں دینی مدارس سے عمیق اور مغلق کتابوں کے پڑھانے کا رواج ختم ہوتا جارہا ہے، جس کا نقصان بالکل واضح ہے، کہ نئے فضلا کا عمق و وقت، وسعت معلومات، دلیل پر گرفت وہ نہیں ہے، جو پہلے ہوتی تھی اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ان کتابوں کو تدریس کا حصہ بنایا جائے اور شوق و ذوق سے پڑھائی جائے اس سلسلے کی ایک کڑی علم المناظرہ کی مشہور کتاب "رشیدیہ" ہے، جو کئی صدیوں سے ہمارے مدارس کے نصاب میں شامل تھی، لیکن افسوس ہے کہ اب چند ہی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

مصادر و مراجع

(۱) مقدمه تبیین کذب المفتری للحافظ بن عساکر بقلم الکوثری: ص۱۱، مطبوع دار الفکر، بیروت۔

(۲) دیکھئے مقدمہ اشارات المرام: ۴، زم زم پبلشرز کراچی۔

(۳) اصول الجدل والمناظرہ للدکتور احمد العثمان: ٦۸ بحوالہ کتاب الفقیه والمتفقه ٦۲، ج ۲

(۴) الدر المختار مع شرحه رد المحتار: ۳۲۱، ج ٦، ایچ ایم سعید۔

(۵) اصول الجدل والمناظرة: ۱۲٦ بحواله المنهاج بترتیب الحجاج

(٦) جامع بیان العلم و فضله لابن عبدالبر: ج ۲، ص ۹۷۲، دار الکتب الاسلامیه، مصر، ۱۴۰۲ھ

(۷) الذریعه الی مکارم الشریعه: ۲۵۹ مطبوع دارالوفا، منصورہ مصر۔

(۸) اصول الجدل: ۱۹۰ مطبوع دار ابن حزم، بیروت۔

(۹) دیکھئے کتاب الکبائر للذھبی: ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت

(۱۰) تبیین کذب المفتری: ۹۵ دار الفکر بیروت۔

(۱۱) تاریخ دعوت و عزیمت، حصہ اول، ص: ۱۰٦۔۱۰۷، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

(۱۲) بلکہ حضرت نعمانی کے تمام مناظرات دار الکتاب، لاہور سے "فتوحات نعمانیہ" کے نام سے چھپ چکی ہیں۔

(۱۳) تحدیث نعمت، آپ بیتی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، ترتیب عتیق الرحمن سنبھلی نعمانی، ص ۲۲ تا ۲۸، قریشی پبلیشرز، لاہور۔

(۱۴) اصول الاستدلال والمناظر، شیخ عبدالرحمن ص۔۳۷۱ دار القلم، دمشق۔

(۱۵) دیکھئے ترتیب العلوم، تالیف: ساجقلی زادہ: ص ۱۴۱، مطبوع: دار البشائر الاسلامیہ، بیروت۔

قاری سید سلطان شاہ*

تجوید اور علم تجوید کی اہمیت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری مقدس و محترم کتاب ہے جو انس و جن کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے۔ دنیا کی تمام کتابوں میں یہ خصوصیت صرف قرآن مجید کو حاصل ہے کہ چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود یہ مقدس کتاب آج تک ہر قسم کی تحریف اور حذف و اضافہ سے بالکل پاک ہے اور یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کی ابتداء ہی پڑھنے کے حکم یعنی اقراء سے ہوئی ہے۔

جس طرح قرآن مجید کے الفاظ اور رسم الخط من وعن محفوظ ہیں اسی طرح امت کے پاس قرآن مجید کے حروف و کلمات کی ادائیگی کا طریقہ بھی محفوظ ہے اور شریعت میں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ جو شخص جس طرح چاہے قرآن مجید کو پڑھے۔ بلکہ جس طرح قرآن مجید کے وہی معانی و مطالب معتبر سمجھے جاتے ہیں جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کی ادائیگی بھی وہی صحیح و معتبر ہوگی جو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی ادائیگی کے مطابق ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے قرآن مجید کے الفاظ کی صحیح ادائیگی کو محفوظ رکھنے کی خاطر ایک خاص علم کی تدوین فرمائی ہے جس کا نام التجوید ہے۔ جس طرح قرآن مجید کے صحیح مطلب و مفہوم سمجھنے کے لئے صرف، نحو، لغت، ادب وغیرہ ان سب علوم کا جاننا ضروری ہے اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کو منزل من السماء کے مطابق ادا کرنے کے لئے علم تجوید کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ورتل القرآن ترتیلا یعنی قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ترتیل دو چیزوں کا نام ہے۔

(۱) حروف کو تجوید کے ساتھ ادا کرنا۔ (۲) وقف کے محل اور طریقوں کو پہچاننا۔

یعنی ہر حرف کو اپنے مخرج سے تمام صفات کے ساتھ ادا کرنا اور اس بات کو جاننا کہ قرآءت کے دوران کہاں وقف کرنا چاہیے اور وقف کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ اگر حرف اپنے مخرج سے تمام صفات کے ساتھ صحیح طور پر ادا نہ ہو تو دوسرے حرف کے ساتھ بدل جائیگا یا کوئی غیر عربی حرف بن جائے گا۔ اگر نماز میں اس قسم کی غلطی ہو

---

* مدرس شعبۂ تجوید و قرآءت، جامعہ حقانیہ

جائے تو اکثر اوقات نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر " وندخلھم ظلاً ظلیلاً" میں ظاء کے بجائے اگر ذال پڑھا جائے تو نماز بالکل فاسد ہو جائیگی کیونکہ یہاں پر ظاء کی صحیح ادئیگی سے معنی یوں ہو گا " اور ہم اہل جنت کو گھنے سائے میں داخل کریں گے" اور اگر ذال پڑھا جائے تو (معاذ اللہ) معنی یوں بن جائے گا " ہم ان کو بڑی ذلت میں داخل کریں گے" اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ اتنی تجوید حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض عین ہے کہ جس سے نماز صحیح ہو جائے۔

ملاعلی قاریؒ المنح الفکریہ شرح مقدمۃ الجزریۃ میں فرماتے ہیں ھذا العلم لاخلاف فی انہ فرض کفایۃ والعمل بہ فرض عین " یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ تجوید کے قواعد کا جاننا فرض کفایہ کے مطابق قرآن مجید پڑھنا فرض عین ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ الاتقان فی علام القرآن میں فرماتے ہیں۔

لاشك ان الا مۃ کما ھم متعبدون بتفھیم معانی القرآن واقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ من ائمۃ القرّاء المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ (الاتقان جلد ا صفحہ ۱۰۰)

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح مسلمانوں پر قرآن کے معانی کا سمجھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا ایک عبادت ہے اور یہ ان پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح ان پر قرآن کے الفاظ کا صحیح طور سے پڑھنا اور اس کے حروف کو اس کیفیت پر ادا کرنا بھی لازم اور فرض ہے جس کیفیت پر ان حروف کا ادا کرنا علم قراءت کے اماموں نے رسول اللہ ﷺ سے متصل سند کے ساتھ ہم تک پہنچایا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ رب قاری للقرأن والقرأن یلعنہٗ

یعنی بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ ان پر خود قرآن ہی لعنت کرتا ہے اس وعید کے مصداق علماء نے تین قسم کے لوگ بتلائے ہیں جن میں سے ایک قسم وہ لوگ بھی ہیں جو قرآن مجید کو تجوید کے خلاف پڑھتے ہیں امام فن تجوید علامہ جزریؒ اپنی کتاب مقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں۔

والاخذ بالتجوید حتم لازم من لم یجود القرأن آثم

ترجمہ: اور تجوید کا حاصل کرنا واجب اور ضروری ہے اور جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے۔

لانہ بہ الالہٗ انزلا وھکذا منہٗ الینا وصلا

ترجمہ: کیونکہ وہ قرآن اس تجوید کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور اسی طرح (یعنی تجوید کے ساتھ) اللہ تعالیٰ سے ہم تک پہنچا ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی تجوید کے خلاف قرآن مجید پڑھے اور دوسرا آدمی سن کر قسم اٹھالے کہ یہ آدمی قرآن مجید نہیں پڑھ رہا تو اس کی یہ قسم جھوٹی نہ ہو گی۔ (کمال الفرقان)

نزول قرآن کے زمانے سے لے کر آج تک قرآن مجید کے مطابق پڑھنے پر پوری امت کا اجماع ہے اور کسی بھی مسلک کے کسی عالم نے بھی قرآن مجید کے خلاف پڑھنے کو صحیح قرار نہیں دیا ہے۔

علامہ شیخ محمد مکی نہایت القول المفید صفحہ ۹ پر تحریر فرماتے ہیں ۔فقد اجتمعت الامة المعصومة من الخطاء علیٰ وجوب التجوید من زمن النبی ﷺ الیٰ زماننا ولم یختلف فیہ عن احد منھم وھذا من اقوی الحجج ''بیشک اتفاق کیا ہے ساری امت نے تجوید کے واجب ہونے پر نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک اور اسمیں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور یہ (اختلاف نہ کرنا) خود اس کے ضروری ہونے پر ایک نہایت قوی دلیل ہے''

اس کے علاوہ قیاس سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جس طرح انسانی طبیعت کا تقاضا ہے کہ لباس، رہن سہن کھانا پینا صاف ستھرا اور عمدہ ہو ہر کام عمدگی اور سلیقے کے ساتھ ہو تو اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت جو روح کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے بطریق اولیٰ عمدہ اور غلطی سے پاک ہونی چاہیے۔

مولانا حامد الحق حقانی

دارالعلوم کے شب و روز

حکومت طالبان مذاکرات: پارلیمنٹ کے گزشتہ اجلاس میں طالبان کے ساتھ دوبارہ مذاکرات کیلئے حکومتی کمیٹی تشکیل دی گئی' جبکہ طالبان نے مذاکرات کے لئے اپنی طرف سے کمیٹی نامزد کی جس میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو کمیٹی کا سربراہ نامزد کیا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد حکومتی کمیٹی اور طالبان کمیٹی کے درمیان مذاکرات کا مشترکہ اجلاسوں کا سلسلہ شروع ہوا۔طالبان کمیٹی کے سربراہ مولانا سمیع الحق صاحب نے طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے بات چیت کرنے کے لئے ایک وفد وزیرستان بھیجا جس میں پروفیسر ابراہیم صاحب اور مولانا سید یوسف شاہ صاحب شامل تھے۔ وفد کی واپسی پر تمام ٹی وی چینلز اور اخبارات کے نمائندوں نے اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق کی رہائش گاہ پر براہ راست پریس کانفرنس نشر کی۔ یہ سلسلہ اب تک زور و شور سے جاری بے شمار مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود تمام قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات: گزشتہ دنوں دفاع پاکستان کونسل کے قائدین کا سربراہی اجلاس اسلام آباد میں منعقد ہوا' جس میں چیئرمین حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے علاوہ دیگر قائدین جناب لیاقت بلوچ' مولانا حافظ محمد سعید' علامہ محمد احمد لدھیانوی' جنرل حمید گل' سردار عتیق احمد خان صاحبان وغیرہ نے شرکت کی۔اجلاس میں یوم یکجہتی کشمیر سمیت دیگر اہم ملکی اور بین الاقوامی مسائل زیر بحث لائے گئے۔چنانچہ کونسل کے فیصلے کے مطابق کشمیر میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جبکہ لاہور میں مال روڈ پر ''یکجہتی کشمیر'' ریلی نکالی گئی۔

علماء و مشائخ کانفرنس لاہور: ۱۵ر فروری ۲۰۱۴ء کو حکومت اور طالبان کے درمیان حالیہ مذاکراتی عمل کو مزید موثر بنانے کے لئے حضرت مہتمم صاحب نے لاہور میں چالیس مذہبی جماعتوں کے لیڈران اور دیگر دو سو سے زائد علماء کرام و صحافی حضرات کو علماء و مشائخ امن کانفرنس میں دعوت دی گئی۔جس میں تمام حضرات نے شرکت کر کے مذاکرات کی تائید کرتے ہوئے دونوں طرف سے سیز فائر کی اپیل کی۔تمام علماء و مشائخ نے مولانا مدظلہ کو مشترکہ طور پر ''سفیر امن'' کا خطاب دیا اور مذاکراتی عمل میں اُن کے شانہ بشانہ کردار ادا کرنے کا یقین دلایا۔اس موقع پر جاری کردہ اعلامیہ ادارتی صفحات میں ملاحظہ فرمادیں۔

مولانا انوار الحق صاحب کی صدر مملکت سے ملاقات:

حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۲۷ فروری کو اسلام آباد تشریف لے گئے جہاں پر وفاق کے ایک اہم وفد جس میں

مرکزی صدر وفاق المدارس العربیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب' وناظم اعلیٰ حضرت مولانا حنیف جالندھری بھی شامل تھے' کے ہمراہ صدر مملکت جناب ممنون حسین کے ساتھ ملاقات کی' جس میں مدارس کے مختلف مسائل پر گفتگو اور ملکی حالات کے بارے میں اہم امور پر تبادلہ خیال ہوا۔

دارالعلوم حقانیہ کے نئے مرکزی گیٹ "باب السلام" پر کھجور کے درختوں سے آرائش:

دارالعلوم حقانیہ کے نئے مرکزی گیٹ باب السلام پر ان دنوں تزئین و آرائش کا مثالی کام ہو رہا ہے' اسی سلسلے میں کچھ اہل خیر نے مرکزی گیٹ کے سامنے عظیم الشان کھجوروں کے درختوں کا ہدیہ دارالعلوم کے لئے پیش کیا ہے۔ایک ایک درخت تقریباً بیس سے پچیس فٹ کے درمیان ہے۔کھجوروں کی عمر تقریباً تیس' پینتیس برس کے لگ بھگ ہے اور یہ کام لاہور کی ایک بڑی فرم کے ذریعے کیا جا رہا ہے جو درختوں اور پودوں کی بود و باش و تزئین و آرائش ملک بھر میں ممتاز ہے۔ یہ درخت بروز جمعۃ المبارک ۱۴ فروری ۲۰۱۴ کو غروب آفتاب کے مبارک وقت درجہ اعدادیہ کے طالب علم شاہ ولی اللہ اور دیگر موقع پر موجود درجنوں طلباء کے ہاتھوں رکھے گئے۔اس موقع پر درود شریف کا خصوصی ورد بھی کیا گیا کیونکہ اِن کے ماہرین نے بتایا کہ کھجوروں کے درخت کے لگانے وقت درود شریف پڑھنا مجرب ہے۔ان آٹھ کھجوروں کی کاشت سے دارالعلوم حقانیہ کے حسن میں چار چاند لگ گئے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب کے لئے دعائے صحت:

دارالعلوم حقانیہ کے جید ممتاز مدرس' نامور محقق' ادیب اور مختلف زبانوں کے شاعر بے بدل اور ماہنامہ "الحق" کے خصوصی معاون' رفیق سفر حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب مدظلہ گزشتہ ماہ سے شدید علیل ہیں۔انہیں شوگر کی تکلیف تو عرصہ دراز سے تھی لیکن اب بلڈ پریشر اور شوگر کی زیادتی کی وجہ سے اِن کے دونوں گردے اچانک شدید متاثر ہوگئے ہیں اور گزشتہ ایک ماہ سے پشاور کے حیات آباد کمپلیکس کے شعبہ کڈنی سنٹر کے آئی سی یو میں زیر علاج ہیں۔اور ان کے ڈائیلاسیز ہو رہے ہیں' مرض انتہائی شدید نوعیت کا ہے۔علمائے کرام' فضلائے حقانیہ اور قارئین الحق سے اس سلسلے میں خصوصی دعاؤں کی اپیل ہے۔

قدیم فضلاء کی وفات: دارالعلوم حقانیہ کے قدیم ترین فاضل مولانا جلال الحق حقانی ابازئی تنگی ضلع چارسدہ گزشتہ دنوں انتقال کرگئے۔مرحوم دارالعلوم کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے۔ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔اسی طرح دارالعلوم کے ایک اور مخلص اور قدیم ترین فاضل مولانا عبدالعلیم حقانی صاحب بیاوڑ' ضلع دیر بھی وفات پاگئے۔آپ ابتدائی فضلاء میں ہونے کیساتھ ساتھ مخلص معاون بھی تھے۔اسی طرح مولانا اخونزادہ محمد صدیق صاحبؒ بھی گزشتہ دنوں وفات پاگئے۔مرحوم دارالعلوم سراج الاسلام کاہی ہنگو کے مہتمم ہونے کیساتھ ساتھ معروف سیاسی' سماجی اور روحانی شخصیت تھے۔مرحومین کیلئے جامعہ میں دعائے مغفرت اور قرآن خوانی کی گئی۔

ادارہ

تعارف و تبصرہ کتب

شرح صحیح مسلم .... تالیف حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی

"شرح صحیح مسلم" جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سابق مدرس اور جامعہ ابوہریرہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم کا تازہ ترین علمی' تحقیقی اور تاریخی کارنامہ ہے۔ مولانا حقانی کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کی خصوصی شفقت و عنایت، توجہ و تربیت اور اُن کا قرب خاص حاصل رہا۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہم نے انہیں ہاتھ میں قلم پکڑوایا، مولانا حقانی نے اس کی لاج رکھ لی۔ وقت کی حفاظت اور اپنے علمی مشاغل کا اہتمام ان حضرات کی صحبت و خدمت کا ثمرہ ہے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی درس و تدریس' وعظ و تبلیغ' ماہنامہ القاسم کی ادارت' جامعہ ابوہریرہ کے اہتمام کے دشوار کام کیساتھ ساتھ جس طرح اپنے تصنیفی شغل کو جاری رکھے ہوئے ہیں دسیوں موضوعات پر بیسیوں کتب بالخصوص علمِ حدیث کے حوالے سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ کے امالی ترمذی "حقائق السنن" کی ترتیب و تالیف، "توضیح السنن شرح آثار السنن" اور "شرح شمائل ترمذی" کے بعد "شرح صحیح مسلم" کے صرف مقدمہ و رجال کے مباحث و تذکرے دو مبسوط جلدوں میں ایک محققانہ، جامع، مکمل علمی سوغات منظر عام پر لے آئے ہیں۔ یہ تو ابھی "شرح صحیح مسلم" کا آغاز کار ہے، کتاب الایمان پر تین جلدیں تیار ہو چکی ہیں اور کتاب الطہارت پر کام جاری ہے

"شرح صحیح مسلم" میں مؤلف نے حدیث و فقہ کے علمی نادر مباحث، بیانِ مذاہب، دلائل اور مذہب راجح کے وجوہ ترجیح، حل نسخہ، مشکل لغات کی توضیح اور معرکۃ الآراء موضوعات پر محدثانہ، فقیہانہ اور حکیمانہ گفتگو کی ہے۔ تمام تر مباحث میں علماءِ دیوبند کے مزاج و مسلکِ اعتدال کے عین مطابق جدید دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر خالص درسی اور تدریسی انداز میں علمی جواہرات کو مرتب کیا ہے۔ دوسری جلد میں فن اسماء الرجال' علمِ جرح و تعدیل کا تعارف' اس حوالے سے متعدد عنوانات کے تحت سیر حاصل علمی مباحث، محدثانہ تحقیقات کا گلدستہ تیار فرمایا ہے۔

جلد ثانی (۲۹۷) راویانِ مقدمہ صحیح مسلم کے مفصل حالات، فضل و تفوق، حیرت انگیز کمالات اور ایمان افروز واقعات کا حسین مرقع ہے۔

"شرح صحیح مسلم" اُردو زبان میں ایک نہایت ہی مفید' جامع اور معلومات افزاء تالیف ہے۔ کتاب میں علم و تحقیق کی

گہرائی بھی ہے اور زبان و بیان کی رنگینی بھی جو مؤلف کی ذہانت و طباعت کا عمدہ کا نمونہ ہے۔

صحیح مسلم مکمل، مدلل اور محقق اردو شرح کا قرض ابھی تک اُمت کے ذمہ باقی ہے۔ قدرت کے تکوینی نظام میں مؤلف ''شرح صحیح مسلم'' سے شاید اس قرض کی تکمیل کرائی جارہی ہو جو مؤلف کی طرح خود جامعہ دارالعلوم حقانیہ کیلئے بھی ایک اعزاز ہے اور ذریعۂ افتخار بھی، جس کا مطالعہ جیسیوں شروحات کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ عمدہ کاغذ، مضبوط جلد بندی، خوبصورت طباعت، جلد اوّل ۵۷۶ رصفحات، جلد دوم ۵۲۸ رصفحات، ہدیہ صرف ۱۲۰۰ ر روپے' ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد خیبر پختونخواہ۔ رابطہ: 0301-3019928---0346-4010613

● تذکرہ حضرات شیخینؒ .... مرتب: جناب حمد اللہ یوسفزئی

ضلع صوابی کو خیبر پختونخوا کا کوفہ و بصرہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ خطہ ہمیشہ سے مردم خیز رہا ہے صدیوں سے علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت اور رشد ہدایت کا گہوارہ چلا آرہا ہے اور یہاں سے ایسے نابغہ روزگار عبقری شخصیات اٹھے جو علم وفضل' درس و تدریس' تحقیق و تصنیف' تزکیہ و احسان کے روشن ستارے تھے۔ انہی آفتاب و ماہتاب اور عہد ساز شخصیات میں حضرات شیخین (حضرت شیخ مولانا فضل الٰہی شاہ منصوریؒ اور حضرت شیخ مولانا شمس الہادیؒ) کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں جو جامعہ دارالتفسیر والحدیث و خانقاہ شمسیہ شاہ منصور کے بانیان بھی ہیں اس جامعہ اور خانقاہ کو جلا بخشنے میں حضرات شیخین کا کردار روز روشن کی طرح عیاں ہے' حضرات شیخین کا شمار ان لوگوں اور مردان اولالعزم میں ہوتا ہے جنہوں نے خیبر پختونخوا کے ایک دور افتادہ علاقہ شاہ منصور صوابی میں جنم لیا تاہم بڑے لوگوں کا طرہ امتیاز یہ ہوتا ہے کہ شہرت سے حتی الامکان گریز کرتے ہیں یہ دونوں ہستیاں فضل وعلم میں یکتائے زمان تھے جبکہ شیخ الحدیث مولانا فضل الٰہی شاہ منصوریؒ تو جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں عرصہ دراز تک مسند تدریس پر بھی فائز رہے ہیں۔ علوم نحو میں یہ طولیٰ حاصل ہونے کی وجہ سے ''شرح جامی بابا'' کے لقب سے ملقب ہوئے' مولانا سمیع الحق نے دونوں شیخین کو علمی توامین قرار دیا۔ ضروری تھا کہ دونوں کے گوشہ حیات کو اجاگر کر دیا جائے۔ جناب حمد اللہ یوسفزئی قابل تبریک ہیں کہ انہوں نے حضرات شیخین کی حالات زندگی پر مختلف مشائخ' مصنفین اور قلم کاروں کے شہ پاروں کو جمع کیا زیر تبصرہ کتاب انہی سوانحی جواہر پاروں اور شہ پاروں کا مجموعہ ہے۔ یقیناً اس عظیم تاریخی اورادبی اور روحانی دستاویز کو منظر عام پر لانے میں جناب حمد اللہ یوسفزئی صاحب سمیت فقیہ العصر مولانا مفتی رضاء الحق صاحب' مولانا اعزاز الحق صاحب اور پروفیسر مولانا اظہار الحق کی کاوشیں لائق تقلید ہیں۔ اعلیٰ طباعت 'معیاری کمپوزنگ' خوبصورت بائنڈنگ اور بے شمار خوبیوں سے مزین ہیں اور آخر میں تصویری البم نے کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے ۳۲۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب جامعہ دارالتفسیر والحدیث و خانقاہ شمسیہ شاہ منصور اور مدنی

کتب خانہ عبدالرحمٰن پلازہ ضلع صوابی سے دستیاب ہے 03009084775 - 0302 5687765. قیمت ۲۵۰ روپے ہے۔

● **خلاصہ التفسیر لاہوری .... مؤلف مولانا محمد نعیم حقانی**

امام اولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے عصر کے ایک بڑے مفسر تھے ان کے شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ تھا ان کے بعض اجلہ تلامذہ نے ان کی تفسیری افادات کو نوٹ کر کے اپنے ساتھ محفوظ کرائے تھے ان اجلہ تلامذہ میں حضرت الاستاد الشیخ عبدالحکیم دیر بابا جی استاد حدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ بھی ہیں انہوں انہی افادات کو طلبہ کے سامنے بیاں کر کے پوری عالم اسلام کو حضرت لاہوری کے علوم و معارف قرانیہ سے روشناس کرایا جامعہ حقانیہ کے تخصص فی الفقہ کے متخصص اور ایک جید عالم مولانا محمد نعیم حقانی نے انہی افادات کو حضرت الاستاد مولانا سعید الرحمٰن صاحب کی زیرنگرانی شائع کر کے شائقین علوم قرانیہ پر ایک احسان عظیم فرمایا حضرت لاہوری کی مقبولیت اور حضرت الاستاد مولانا عبدالحلیم دیر بابا جی کی محبوبیت کا عالم یہ ہے کہ کتاب کا پہلا ایڈیشن ختم ہو کر دوسرے ایڈیشن حک و اضافوں کے ساتھ جلد ہی منظر عام پر آنے کو ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔ یہ کتاب موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے دستیاب ہے۔

● **تذکرۃ العطاء .... مرتب: مولانا سید محمد زین العابدین**

جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کا شمار مملکت خداداد پاکستان کے ان ممتاز جامعات میں ہوتا ہے جس سے دنیا بھر کے علماء' طلباء وخواص عوام فیض یاب ہورہے ہیں' درس و تدریس' تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ جامعہ نے ایسے شخصیات تیار کئے جنہوں نے ہر میدان میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک ناقابل فراموش ہیں' جامعہ کے ان مایہ ناز فضلاء اور رجال کار میں حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب شہیدؒ کا شمار بھی ہوتا ہے' اللہ جل شانہ نے حضرت مولانا صاحب شہیدؒ کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا' اوران خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے آپؒ اکابر اساتذہ کی موجودگی میں جامعہ کے درجات عالیہ کے ممتاز مدرس اور طلباء کے ہردلعزیز استاذ اور مربی شمار ہونے لگے' اور جامعہ کے ساتھ بے پناہ محبت اور خلوص کی بناء پر جامعہ کے تمام متعلقین' اساتذہ اور طلباء کے لئے قرۃ العین تھے' مگر دنیا سرائے کی مانند ہے' جہاں ضرورت کے تحت ٹھہر کر وہاں سے کوچ کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا اسی مسلمہ حقیقت کے تحت ۲۰/اپریل ۲۰۱۲ء کو بھوجا ائرلائن کے المناک حادثے میں حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب بھی اپنے دوسرے رفقاء سفر و ہمشیرہ کے ہمراہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر شہید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام شہداء کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ حضرت شہیدؒ کے لائق وفائق شاگرد مولانا

سید محمد زین العابدین صاحب نے حضرت شہیدؒ کے متعلق اکابر علماء کرام حضرت شہیدؒ کے اہل خانہ تلامذہ اور دیگر متعلقین ومحبین کے تاثرات عربی واردو مضامین منظوم خراج عقیدت اور اخبارات ومجلات سے تعزیتی پیغامات کو یکجا کر کے تذکرۃ العطاء کے نام پر کتابی شکل میں جمع کیا جس میں حضرت شہیدؒ ابتداء ایام سے تادم شہادت کا تذکرہ موجود ہے اوراس گوہر نایاب کوزمزم پبلشرز کراچی نے عمدۃ کاغذ بہترین طباعت اور خوشنما انداز میں شائع کیا۔ صفحات: ۴۰۰ قیمت درج نہیں اور زمزم پبلشرز کراچی نے اس کتاب کو شائع کیا۔

- **رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ .... مولف: مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی**

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی جید عالم اور محقق فاضل ہیں جن کی ذات کسی تعارف کا محتاج نہیں ان کی کئی کتابیں اہل علم وتحقیق سے داد تحسین وصول کر چکی ہے ان کا قلم مستند قلم ہے خصوصاً مذہب احناف کے حوالے سے ان کی نظر نہایت ہی معتبر ہے اور اس حوالہ سے ان کی کئی کتابیں منصۂ شہود پر آچکے ہیں زیر تبصرہ کتاب ”رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ“ بھی اس سلسلہ کی ایک مبارک کڑی ہے مولف نے اس اہم موضوع کا کماحقہ حق ادا کر دیا ہے۔ بیس رکعات کے تراویح کے اثبات میں علماء کرام نے متعدد مقالات مضامین اور کتابیں تحریر فرمائی ہیں اردو عربی فارسی پشتو زبانوں میں اس پر خاطر خواہ ذخیرہ موجود ہے مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

مولف محترم نے اس مسئلہ کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے اور متعدد شکوک وشبہات کا ازالہ نہایت خوش اسلوبی سلیقہ مندی مضبوط دلائل اور مستند حوالہ جات سے کیا گیا ہے۔ مولف نے نہایت خوبصورت انداز اور اسلوب میں اس مسئلہ کا عالمانہ اور فاضلانہ جائزہ لیا ہے یہ تحقیقی کتاب ان کے عمیق مطالعہ پر دال ہے یہ ایک جامع علمی تخریجی اور عالمانہ تالیف ہے__ امید ہے یہ کتاب اہل عقل وانصاف کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی اور تمام شکوک وشبہات کے ازالہ میں ممد ومعاون بھی ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ ۴۳۱ صفحات پر مشتمل یہ کتاب خانقاہ امدادیہ مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام مدینہ مسجد محلہ زاہد آباد حضرو اٹک سے دستیاب ہے۔0312-2311400

- **خلیفہ کا انتخاب .... مرتب: مفتی آصف محمود**

اسلام ایک کامل دین اور مکمل دستور حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی راہنمائی کرتا ہے اسلام جہاں انفرادی زندگی میں فرد کی اصلاح پر زور دیتا ہے وہی اجتماعی زندگی کے زریں اصول وضع کرتا ہے اسلامی نظام میں ریاست وسلطنت اور مذہب ساتھ ساتھ چلتے ہیں یہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے معاون ہیں اسلام کا جس طرح اپنا معاشی اور اقتصادی نظام ہے اور اپنے اقتصادی اصول ہیں اس طرح اسلام کا اپنا نظام سیاست وحکومت ہے اسلام کا نظام سیاست وحکمرانی موجودہ جمہوری نظام سے مختلف اور اس کے نقائص و

مفاسد سے بالکلیہ پاک وصاف ہے اسلام میں سیاست شجرہ ممنوعہ نہیں ہے تاہم سیاست اصول اسلام کے اندر رہ
اسلام کے نظام حیات میں طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے نہ کہ عوام' اسلامی نظام سیاست وحکومت (خلافت)
کے وہ زریں اصول کیا ہے' خلیفہ کا تقرر کس طرح ہوگا اور عصر حاضر کے احوال کے تناظر میں ان سے رہنمائی
حاصل کرنے کا طریق کار کیا ہوگا؟ زیر تبصر کتاب ''خلیفہ کا انتخاب'' انہی سوالوں کے جوابات فراہم کرنے میں ممدو
معاون ثابت ہوسکتے ہیں یہ کتاب مولانا مفتی آصف محمود صاحب مدرس جامعہ عثمانیہ کے تخصص فی الفقہ الاسلامی
کے لئے لکھا گیا مقالہ ہے خلیفہ کے انتخاب کے حوالہ سے وقیع علمی معلومات کا خزینہ ہے یہ مفتی آصف محمود کی شب
وروز محنتوں کا نچوڑ ہے' جبکہ برادرم مولانا عبداللہ محمود حسینی کے ذوق جمیل کا عکس جمیل ہے۔کمپوزنگ' طباعت اور
جلد بندی کے جملہ محاسن سے مزین ہے۔276 صفحات پر مشتمل یہ کتاب العصر اکیڈمی جامعہ عثمانیہ پشاور اور مکتبہ
یوسفیہ سردار پلازہ اکوڑہ خٹک سے دستیاب ہے 03339045802-03078788080۔ قیمت درج نہیں۔

● گل صد پارہ .... مدیر: مولانا حبیب اللہ حقانی

مولانا سید حبیب اللہ حقانی ایک جید عالم قابل مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان
کا شہسوار بھی ہیں وہ الزیتون کے نام سے ایک سہ ماہی رسالے کا مدیر بھی ہیں اور علم وتحقیق کے میدان کے باسیوں
کو معلوم ہے کہ اس پرفتن اور پرآشوب دور میں کسی رسالے کی ادارت سنبھالنا دل گردے کا کام ہے اس میں کٹھن
سے کٹھن مراحل بھی آسکتے ہیں کبھی وسائل کی کمی تو کبھی علمی مضامین کی تشنگی لیکن پھر بھی مدیر محترم نے دل نہیں
ہارے انہوں الزیتون کا خصوصی اشاعت شائع کرادیا۔گل صد پارہ یہ حضرت الاستاد مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب
کی کتاب ''بنیاد کا پتھر'' پر معروف قلم کاروں کے مضامین اور تاثرات کا مجموعہ ہے۔۲۸ صفحات پر مشتمل یہ خصوصی
نمبر سہ ماہی دفتر الزیتون فضل کالونی مردان سے دستیاب ہے۔

● قاضی محمد زاہد الحسینی تصنیف وتالیف کے میدان میں ...... پروفیسر حافظ بشیر حسین حامد

زاہد العصر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ اس صدی کے اکابر علماء دیوبند میں ایک ممتاز مقام کے
حامل قدآور شخصیت تھے۔وہ مختلف رسالوں میں مقالات لکھتے رہے ہیں خصوصاً الحق میں ان کے مضامین کثرت
سے شائع ہوچکے ہے اور ۱۳۲ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔پروفیسر حافظ بشیر حسین صاحب استاد
شعبہ اردو گورنمنٹ کالج مانسہرہ نے ''مفسر قرآن مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب تصنیف وتالیف کے میدان
میں'' کے عنوان سے ایک اشاریہ مرتب کیا ہے جس میں انہوں نے حضرت کی تمام تحریروں کو بہ ترتیب علوم انکی
تصنیفات کو شمار کیا ہے۔زیر تبصرہ کتابچہ 60 صفحات پر مشتمل ہے جو مکتبہ خالدیہ نواں شہر ایبٹ آباد سے دستیاب ہے